چاہت دُھوپ چھاؤں سی
صدف آصف

پانی کی ضرورت ہے محبت کے شجر کو
پتھر پر کبھی پیڑ اُگائے نہیں جاتے
احساس اگر ہو تو وفا پھولے پھلے گی
دستورِ محبت سکھائے نہیں جاتے

"ارے مامی! یہ سونو کا کون سا نیا ڈرامہ ہے؟" شاہ مراد کا قہقہہ بڑا فطری اور زوردار تھا، ہمیشہ کی طرح رخشی اس کی خوش مزاجی کا ساتھ دینے کے بجائے اپنی جگہ چور سی بن گئیں۔ اس پر حمیرا کے ماتھے پر پڑنے والے ان گنت بل' شرمندگی نے بری طرح سے آ گھیرا یہ اولاد بھی کبھی کبھی انسان کے لیے کیسا امتحان ثابت ہوتی ہے۔

"بس بیٹا! میں کیا کہوں' تمہیں تو اس ضدی لڑکی کا پتا ہے۔" انہوں نے قریب بیٹھے شاہ مراد کو دھیرے سے صفائی دیتے ہوئے التجا کی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بس رہنے دو رخشی کیا ہم سمجھتے نہیں جب سے سونیا سے شاہ مراد کے رشتے کی بات اوپن ہوئی ہے' محترمہ کے مزاج ہی نہیں مل رہے وہ تو اباجی کی خواہش تھی ورنہ وہ کیا سمجھتی ہے کہ میرے بیٹے کو رشتوں کی کوئی کمی ہے۔" حمیرا کیوں کسی سے دبتی وہ رخشی کی نند ہونے کے ساتھ ساتھ سمدھن بننے جارہی تھی۔ سونو سے محبت اپنی جگہ پر دروازے پر لٹکتے سفید کارڈ کو دیکھ کر جل بھن گئی فوراً ہی بھابی کے لتے لے ڈالے۔

"نہیں حمیرا! ایسی تو کوئی بات نہیں دراصل سونو کی طبیعت آج صبح سے خراب ہے اسی لیے شاید......" جھوٹ بولتے ہوئے زبان لڑکھڑائی تو انہوں نے لمداد طلب نگاہوں سے شاہ مراد کو دیکھا وہ مسکرا کر پیاری مامی کی مدد کو میدان میں کود پڑا آخر بات سونو کی تھی جس کی چاہ میں وہ کسی اونچے پہاڑ سے بھی کود سکتا تھا' ساتھ میں وہ بھی تو کودے شرارتی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھوگئی۔

"اوہو مما! میں بھی کتنا بھلکڑ ہوگیا ہوں' ابھی یاد آیا سونو کے سر میں صبح سے درد تھا تو میں نے ہی اسے فون پر یہ مشورہ دیا کہ دروازے پر 'ڈونٹ ڈسٹرب' کا بورڈ لکھ کر لگاؤ اور مزے سے سو جاؤ تاکہ کوئی تنگ نہ کرے' غلطی میری ہے کہ آپ لوگوں کو بتانا بھول گیا۔" شاہ مراد نے ماں کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے بات بنائی۔

"ہاں...... ہاں بیٹا جی! ابھی سے یہ حال ہے تو شادی کے بعد جانے تمہارا کیا بنے گا؟" ان کی نگاہوں کی کاٹ نے شاہ مراد کو پانی پانی کردیا مگر کیا کرتا اس کے لیے سونیا کا وجود لازم وملزوم تھا اس کے بغیر جینا...... مشکل...... بہت ہی مشکل...... شاہ نے جھرجھری سی لی۔ رخشی کو اس لمحے بیٹی کی ہٹ دھرمی پر شدید غصہ آیا مگر نند کے سامنے منہ کھولنے کا مطلب بات کو مزید طول دینا تھا۔

"اچھا مامی! اب ہم چلتے ہیں، سونو کی طبیعت ٹھیک ہوجائے تو اسے یاد دلائیے گا کہ اسے امی کے ساتھ شاپنگ پر جانا ہے آپ اس کے ساتھ پروگرام سیٹ کر کے امی کو فون پر بتادیجیے گا۔" شاہ نے چائے کا کپ ٹیبل پر رکھا اور اپنے گھنے بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سونیا کو پہلے سے بتا دینا تاکہ میں جس دن اسے شاپنگ کے لیے لینے آؤں وہ پہلے سے تیار رہے، یہ نہ ہو کہ جب میں آؤں تو دروازے پر یہی تختی دوبارہ لگی ہو' میں اندر نہیں آؤں گی، اسے باہر سے ہی پک کرلوں گی، ہم لوگوں کا وقت ضائع نہ ہو۔" حمیرا نے بڑے مرے دل

سے بیٹے کی یاد دہانی پر وہ بات کی جس کی وجہ سے وہ یہاں آئی تھی تاکہ مل بیٹھ کر پروگرام سیٹ کیا جائے، پر سونیا کے یوں کمرہ بند کرکے بیٹھنے پر ان کا موڈ سخت آف ہوگیا تھا۔ رخشی نے اثبات میں سر ہلایا، نند کا غصہ جائز ہی لگا، سونو نے کام ہی ایسا کیا تھا۔

"اچھا مامی! پریشان مت ہوں سب ٹھیک ہوجائے گا۔" شاہ مراد کو بچپن سے ہی کم گو اور معاملہ فہم چھوٹی مامی سے کچھ خاص انسیت محسوس ہوتی آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

"سونیا سے بات کرنی ہی پڑے گی۔" رخشی نے خیالوں میں کھوئے نند کو دروازے تک چھوڑا۔

"ایک بات کہوں رخشی! بچی کو اتنا سر نہ چڑھاؤ کہ پرائے گھر جاکر اس کا گزارا مشکل ہوجائے۔" حمیرا کے الفاظ تیر کی مانند رخشی کے دل میں پیوست ہوئے لب بھینچ کر رہ گئیں۔

"ممی! پلیز اس میں مامی کا کیا قصور؟" شاہ مراد کی آنکھوں میں التجا کے ساتھ، لہجہ سوالیہ ہوگیا۔

"چلو۔" انہوں نے نگاہ اٹھا کر اپنے خوبرو بیٹے کو گھورا، گورا چٹا، براؤن آنکھوں اور براؤن بالوں والا شاہ مراد، جس کے چہرے پر رہنے والی نرمی اس کی وجاہت میں اضافہ کرتی، غصہ ایک دم پیار میں بدل گیا، تنی ہوئی بھنویں، معمول پر آگئیں۔

"اس لڑکی میں بچپنا بھی تو بہت ہے، ہوگئی ہوگی شاہ مراد سے کسی بات پر کھٹ پٹ ورنہ ہمارا خون اتنا بدلحاظ تو نہیں۔" حمیرا کی ایک عادت اچھی تھی، وہ ناریل جیسی تھیں، اوپر سے کڑک اندر سے نرم، اسی لیے دل فوراً صاف کرلیتی تھیں۔

......☆☆☆......

"مما! آپ یہاں ایسے کیوں بیٹھی ہیں؟" سونیا نہا کر لان میں چائے کا مگ تھامے داخل ہوئی تو ماں کو لان چیئر پر سوچ میں گم بیٹھا پایا۔ رخشی نے سر اٹھا کر دیکھا سرو قد، چمپئی رنگت والی سونیا کی سنہری آنکھوں کو کاجل کی ڈوری نے سحر انگیزی بخشی، کمر سے نیچے جاتے ہوئے لمبے گھنے بالوں سے موتی کی طرح ٹپکتا پانی، جو گیلے ہونے کی وجہ سے باندھے نہیں گئے تھے، رخشی نے نظریں ہٹائیں۔

"سونو! چلو دوپٹا سر پر لو۔" انہوں نے چاروں قل پڑھ کر اس پر پھونکتے ہوئے، نصیحت کی۔

"مما! مجھے پتا ہے۔ آپ مجھ سے زیادہ دیر ناراض رہ ہی نہیں سکتی۔" سونیا ماں کی محبت پر کھل ہی اٹھی، ماں کے گلے لگ کر کشن کی پوری تکیہ صرف کی رخشی کی ناراضگی پھر عود آئی۔

"کتنی دفعہ کہا ہے کہ جب تمہاری حمیرا پھوپو اور شاہ مراد آیا کریں تو کمرے سے نکل کر ان سے تمیز کے ساتھ ملا کرو، پر تم پر تو کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ میں کہتی ہوں وہ تمہاری ہونے والی ساس ہیں کچھ تو خیال کرو۔ یہ ان کی اچھائی ہے کہ وہ رشتے داری کی وجہ سے یہ نخرے برداشت بھی کررہی ہیں، کہیں غیروں میں رشتہ ہوا ہوتا تو دوسرے دن ہی ٹوٹ چکا ہوتا جانتی ہو تمہارے یوں کمرہ بند کرکے بیٹھنے پر وہ کتنا ناراض ہوکر گئی ہیں۔" رخشی جو بہت دیر سے بھری بیٹھی تھی بچی کے پوچھنے پر الٹ پڑیں، سونیا نے ماں کی حقیقت پسندی کو سلام پیش کیا اور کھسیا کر ہنس دی۔

"افوہ! مما اگر میں وہ کارڈ نہیں لگاتی تو آپ کا لاڈلا شاہ کا بچہ دال کچا میرے کمرے میں گھس کر دماغ چاٹنے لگتا، پھوپو کی تو آپ رہنے ہی دیں ان کی عادت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر میرے پیچھے پڑ جاتی ہیں۔" سونیا نے بے پروائی سے اپنے بالوں کو سمیٹا اور کیچر لگایا، ہوا سے لٹیں منہ پر آرہی تھیں۔

"سونو میں دیکھ رہی ہوں کہ میری نرمی کا تم بے جا فائدہ اٹھا رہی ہو، اگر تمہارے پاپا کے کانوں میں بھنک بھی پڑ گئی کہ تم نے حمیرا کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، تو تمہارا دماغ ٹھکانے لگادیں گے ساتھ میں مجھے بھی خوب سنائیں گے، پتا ہے نا اپنی اکلوتی بہن کے معاملے میں وہ کتنا ٹچی ہیں...... ویسے بھی حمیرا نے بھی تمہیں غلط نہیں ڈانٹا جو بھی کہا تمہارے بھلے کے لیے ہی کہا۔" رخشی کو اچھی طرح

اندازہ تھا کہ بیٹی کی جان باپ کے خوف سے نکلتی ہے اسی لیے ظفر اقبال کا نام لے کر ڈروادیا۔ ویسے بھی وہ ان ماؤں میں سے نہیں تھی، جو بچوں کے دلوں میں سسرال والوں کے خلاف کدورتیں پالتی ہیں۔

''اوہ! مما جی وہ کیا کہتے ہیں...... کہ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پستا ہے تو بس اس شاہ کی وجہ سے مجھے پھوپو کو بھی اگنور کرنا پڑا۔'' سونیا نے مسکرا کر ماں کو گلے لگا کر منانے کی ایک اور کوشش کی۔

''بیٹا! آخر ایسا کب تک چلے گا تم لوگوں کی باقاعدہ منگنی ہونے والی ہے مگر تمہارے مزاج ہی نہیں ملتے، کیا کمی ہے شاہ مراد میں، اگر ابھی حمیرا اس کے لیے ایک لڑکی ڈھونڈنے نکلے تو کھڑے دم ہزاروں مل جائیں گی، مراد بھائی کا اپنا اتنا بڑا بزنس ہے پڑھا لکھا ہینڈسم اور اکلوتا لڑکا' اس دور میں ایسے لڑکوں کی تو بہت ڈیمانڈ ہے۔ دور کیوں جائیں تمہارے چھوٹے چاچا اظہر نے خود اپنے منہ سے حمیرا کو آفر دی کہ کہ اگر اقبال بھائی یہ رشتہ نہ کرنا چاہیں تو میں شاہ کو اپنا داماد بنالوں گا۔'' رخشی نے اسے سمجھ کی کچھ تھمانی چاہی تا کہ وہ اپنی عقل کا تالا کھولے پر سونیا تو سونیا ہے وہی ڈھاک کے تین پات۔

''اچھا...... یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے پھوپو کو چاہیے فوراً ہی اس سونی کے لیے ہاں کردیں ویسے بھی پنکی ہی شاہ سے میرے سارے بدلے لے گی اتنا ہوٹنگ کرے گی کہ اس کا بینک اکاؤنٹ زیرو ہوجائے گا۔'' سونیا نے ہنستے ہوئے اپنے تئیں مسخری کی پر ماں کا غصہ دیکھ کر منہ بسور کر بیٹھ گئی۔

''اظہر کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا کیوں کہ شاہ مراد ایسا نہیں چاہتا اور حمیرا کو بھی مرحوم باپ کی خواہش کا پاس ہے ورنہ تمہاری حرکتیں ایسی ہیں کہ یہ رشتہ ختم ہونے میں دو منٹ نہ لگیں۔'' رخشی نے پیار سے بیٹی کے بالوں کو سنوارتے ہوئے نرمی سے سمجھانا چاہا، سونیا نے گلابی ہونٹوں کو بے دردی سے کاٹتے ہوئے سر ہلایا۔

''مما! پلیز یہاں بھی آپ سب نے اس وال وال کچے کی بات کو ہی اہمیت دی تا کہ وہ نہیں چاہتا اس لیے یہ رشتہ قائم ہے۔ کبھی کسی نے میری چاہ' کا سوچا میں شاہ کے ساتھ شادی کے لیے مری نہیں جارہی۔'' سونیا کا لہجہ ایک دم گلوگیر ہوگیا۔

''ایسی بات نہیں ہے بیٹا! پر ہم سب نے مل کر جو فیصلہ کیا وہ تم دونوں کی بھلائی میں کیا اسی میں ہمارے خاندان کی بقاء بھی ہے۔'' رخشی نے بیٹی کی نم آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''مما! یہی بات تو مجھے کاٹتی ہے' خاندان کی بقاء یہ ٹھیکرے کی مانگ' بچپن کی منگ وگنگ نری جہالت اتنا ترقی یافتہ ہونے کے باوجود آپ لوگ ابھی تک ان فضول رسم ورواج کو لیے بیٹھے ہیں میں کوئی بھیڑ بکری تھوڑی ہوں کہ آپ کے خاندان کو جوڑے رکھنے کے چکر میں بھینٹ چڑھادی جاؤں۔ میں آج کی پڑھی لکھی باشعور لڑکی ہوں جس کی اپنی بھی کوئی پسند ناپسند ہے۔'' وہ غصے میں کھڑی ہوگئی۔

''کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟ ایسا ہے بھی تو اس بات کو ہمیشہ کے لیے یہیں دفن کردو ورنہ بہت سے طوفان اس گھر کا راستہ دیکھ لیں گے۔'' رخشی نے بے مروتی سے بیٹی کا ہاتھ جھٹک کر کہا۔

''مما! ایک فضول سی بات کے لیے آپ کا اپنی بیٹی پر سے اعتبار اٹھ گیا' آپ کیا سمجھتی ہیں کہ میں نے جو اس بات کے خلاف آواز اٹھائی ہے تو وہ کسی اور کی محبت میں...... نہیں مما! ایسا بالکل نہیں بس میرا نقطہ نظر اتنا سا ہے کہ جب ہمارے مذہب نے بھی شادی کے لیے لڑکے اور لڑکی کو پسندیدگی کا حق دیا ہے تو پھر آپ لوگ یہ رشتے پالنوں میں کیوں طے کردیتے ہیں؟'' سونیا کی جذباتی تقریر نے رخشی پر کوئی اثر نہیں کیا اسے سونو کی بھلائی مقصود تھی سونیا کی اتنی عمر بھی نہ تھی جتنے وسیع تجربے سے وہ گزر چکی تھی۔ اس نے شاہ کی صاف شفاف آنکھوں میں سونیا کے لیے گہری، سچی، پانی جیسی ستھری محبت ہلکورے لیتی دیکھی تھی۔ پر سونو کا بس چلتا تو

وہ شاہ کو کہاں چیا جاتی جس کی وجہ سے وہ اپنی ماں کی نگاہوں میں مشکوک ٹھہری۔ رخشی سر تھام کر بیٹھ گئیں۔ بیٹی کی منہ زوری نے ان کی جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ وہ اسے کیسے سمجھاتی جو اپنی ذات میں گم۔ سچائی کو جھٹلانے میں لگی تھی۔ یہ سمجھے بغیر کہ یہ ''میں'' ہی تو ہمیشہ سے محبت کی نفی ہے۔ رخشی ٹھنڈی سانس بھرتی اندر چلی گئیں۔ سونیا چائے کا سپ لیتی ان لمحات میں کھو گئی جب شاہ مراد نے اتراتے ہوئے اسے یہ منحوس خبر سنائی جس کے بعد سے ان ماں بیٹی میں ٹکراؤ شروع ہوگیا۔

......☆☆☆......

''سونو تمہیں پتا ہے کہ اب تم ہمیشہ کے لیے میری بنا دی جاؤ گی میرا بس چلے ناں تو ساری دنیا کو اپنی اس خوشی میں شامل کرلوں۔'' شاہ مراد کا چہرہ جوش و جذبات کی تصویر بنا ہوا تھا۔ سونیا نے حیران ہو کر اس کی بات سنی۔

یہ مسئلہ اس دن سے شروع ہوا جب شاہ مراد نے بڑے حق سے سونیا کو اس کے کالج سے پک کیا اور اس کے کانوں میں یہ پیار بھری سرگوشی کی' سونیا کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا وہ ویسے ہی بہت لیے دیے رہنے والی لڑکی تھی اپنے کزن کا بدلا رویہ اس سے زیادہ اس کی پیار بھری سرگوشی میں کہی گئی بات ٹھک سے دماغ میں جا لگی۔

''شاہ جی! خیریت تو ہے یا آج آپ کے دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا ہوگیا ہے؟'' سونیا نے عادت کے مطابق اپنی مخروطی انگلی گھمائی اور بغیر لحاظ کیے اسے جھاڑا اور ساتھ ہی گاڑی میں بجتے والے رومینٹک گانے کی جگہ کرکٹ کی کمنٹری ٹیون کردی' شاہ کے پیارے موڈ کا ستیاناس ہو کر رہ گیا۔

''لڑکی! ذرا سنبھل کر تمیز سے باادب باملاحظہ نہ صرف تمہارے بچپن کے منگیتر ہیں بلکہ مستقبل میں مجازی خدا بننے والے ہیں۔'' شاہ مراد کی شوخیاں عروج پر تھیں مسکراتے ہوئے ایک آنکھ دبا کر وارننگ دی یہ جانے بغیر کہ سونیا پر اس وقت کیا گزر رہی ہے۔ وہ جانتا بھی تو کیسے اس پر تو اپنے پیار کو پانے کا سرور طاری تھا۔ حمیرا نے جیسے ہی اسے خوش خبری سنائی وہ بے اختیار گاڑی نکال اور اپنی پریم کتھا سنانے سونیا کے کالج پہنچ گیا لیکن اس سرپرائز سے سونیا کا تو دماغ پوری طرح سے خراب ہوگیا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی بیٹی تھی' اس کی مرضی کے بغیر گھر میں کھانا بھی نہیں پکتا کہاں یہ رشتہ طے پانے کی اتنی بڑی بات' اسے ہضم نہ ہو پائی۔

''ایسا ہو ہی نہیں سکتا میرے ما' پاپا میری مرضی جانے بغیر یہ فیصلہ کر ہی نہیں سکتے۔'' سونیا نے اپنی پیاری سی ناک سکوڑ کر بڑے مان سے کہا اور اسے زبان چڑائی تو شاہ کو ایک دم پیار آگیا۔ وہ جب سے گاڑی میں بیٹھی تھی کھلکھلتی بلی بنی ہوئی تھی۔

''اچھا' چلو گھر جا کر مامی سے پوچھ لینا اگر یہ بات صحیح نکلی تو اپنے ہاتھوں سے پیزا بنا کر کھلاؤ گی۔ ویسے میں کوئی مذاق نہیں کررہا۔'' شاہ مراد نے اس کی سحر انگیز آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے چیلنج دیا۔

''ہمارے گھر میں تو کبھی ایسا کوئی ذکر نہیں ہوا ویسے بھی میں ایسی فضول رسموں کو نہیں مانتی یقیناً شاہ مراد مذاق کررہا ہوگا۔'' اس نے خود کو تسلی دی۔ ویسے بھی سونیا نے اپنی زندگی میں شاہ مراد کو بہت کم ہی سنجیدہ دیکھا۔ سونو کا موڈ بحالی کی طرف رواں دواں ہونے لگا مسکرائی اور گاڑی میں رکھی سی ڈیز چیک کرنے لگی تاکہ من پسند گانے لگائے۔

''پلیز سونو! میری زندگی کے اتنے پیارے سچ کو یوں چٹکیوں میں نہ اڑاؤ تم میری زندگی کا وہ سپنا ہو جس کی تعبیر پانے کے لیے میں ہمیشہ سے بے کل رہا اور اب پورا ہونے کا یقین ہوا تو پلیز کوئی نیا مسئلہ نہ کھڑا کردینا ورنہ میں تو جان سے ہی جاؤں گا۔'' شاہ مراد نے اسٹیرنگ چھوڑ کر دونوں ہاتھ اس کے سامنے جوڑے دل میں اندیشے جو اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

''ارے..... شاہ کے بچے سنبھالو۔'' گاڑی لہرائی تو سونیا چیخی۔ اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر شاہ مراد کی ہنسی چھوٹ گئی تو اس نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

''اچھا سنو تو جب میں نے ڈرتے ڈرتے امی سے تم

سے شادی کرنے کی بات کی تو وہ خوب ہنسیں اور میرا ایک کان پکڑ کر بولیں۔ 'بیٹا جی، وہ تو بچپن سے ہی تمہارے نام پر بک ہے اب تو ڈلیوری گھر لانے کا وقت قریب ہے۔' میں تو امی کی یہ بات سن کر اسی وقت بھنگڑا ڈالنے لگا پھر وہ بولیں کہ ہم سب سونیا کے امتحان ختم ہونے کا انتظار کررہے ہیں تاکہ دھوم دھام سے رسم ادا کرکے تم دونوں کی منگنی باقاعدہ طور پر اناؤنس کردی جائے۔ یہ تھی ساری بات اب بھی تمہیں کوئی شک ہے؟" شاہ مراد نے اپنی خوشی شیئر کرتے ہوئے سوال کیا۔

"ہونہہ......" کیا یہ سچ بول رہا ہے؟ اتنی سنجیدگی سے ایسا مذاق کرنہیں سکتا سونیا اس کی بات سن کر سوچ میں پڑ گئی۔

"اب بتاؤ مجھ سے شادی کروگی؟" شاہ نے ایک ہاتھ سے گاڑی سنبھالی اور دوسرے ہاتھ سے ایک گلاب پیش کرتے ہوئے اسے پرپوز کیا گھمبیر لہجہ، پیار بھری مدہوش آنکھیں، چہرے پر چھائی سچی خوشی کی چمک اور شاہ کی مخصوص خوشبو اس پر پرپوز کرنے کا پیارا انداز ایک لمحہ کو تو سونو کا دل بھی اس کی سنگت کے لیے مچل اٹھا پر وہ ہی ازلی ضدی پن، انا اور لفظ 'بک' نے تو جیسے تن بدن میں چنگاریاں سی بھردیں۔ میں کیا کوئی بے جان چیز ہوں؟ جس کی برسوں پہلے بکنگ کردی گئی ہو۔ منفی سوچوں کی بوچھاڑ نازک سا دل...... فوراً سر جھٹک کر اس کی شخصیت کے ٹرانس سے باہر نکل آئی۔

"بک...... آپ کا...... بک ہونے سے کیا مطلب ہے؟ میں کوئی چیز ہوں کہ میری بکنگ کردی گئی، جی نہیں...... صاحب میں اس دور کی ایک باشعور لڑکی ہوں، میری اپنی بھی کوئی مرضی ہے۔ زبردستی کا تو سوال ہی نہیں ہوتا، ویسے بھی میں جب تک مما سے نہ پوچھ لوں، آپ کی بات پر یقین نہیں کروں گی۔" اس کے تیکھے انداز اور گلابی ہونٹوں سے مسلسل ہونے والی گولہ باری پر شاہ کی ہنسی چھوٹ گئی، سونو کی ان ہی اداؤں نے اسے دیوانہ بنایا ہوا تھا وہ کوئی عام سطحی سی لڑکی نہیں تھی جوان جذبوں کی حدت سے پگھل جائے، شاہ کی پسند اتنی ہلکی ہو ہی نہیں سکتی ہے، اس کے کردار کی مضبوطی نے ہی تو اس کے حسن کے گرد کشش کا ہالہ کھینچا تھا۔ اس کی محبت اور زندگی نے ہمیشہ اپنی ذات کے تقدس کا خیال رکھا ورنہ شاہ مراد جب سے ایم بی اے مکمل کرکے باپ کی فیکٹری میں جی ایم بنا جہاں جاتا وہاں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا، سونیا میں بس ایک ہی برائی تھی۔ اس کی حد سے بڑھی ہوئی سادہ لوحی وہ ڈرتا تھا کہ کسی دن دنیا کے ہاتھوں ایسی چوٹ نہ کھا بیٹھے کہ ازالہ مشکل ہوجائے۔ وہ سونیا کے معاملے میں غیر معمولی حد تک جاکر حساسیت کا شکار ہونے لگتا۔ محبت میں حساسیت نہ ہو تو وہ محبت نہ ہوئی...... محبت تو اس بہار کا نام ہے جو خزاں رسیدہ پتوں کو بھی ہرا بھرا کردیتی ہے۔

"سونو پلیز! جو بھی فیصلہ کرنا یہ سوچ لینا کہ تمہارے منہ سے نکلنے والی ایک نہ میرے جسم سے جاں نکل دے گی۔" وہ گھر کے سامنے اترنے لگی تو شاہ نے اپنے بھاری مردانہ ہاتھوں سے اس کے سفید نرم و ملائم ہاتھوں کو تھام کر التجا کی۔ سونو کا دل اس کی طرف لپکا مگر اس نے ناگواری کا خول چڑھا کر شاہ کو گھورا مگر وہ اتنے دل کش انداز میں اسے دیکھنے میں مصروف تھا کہ سونیا کی دل کی دھڑکن بے قابو سی ہوئی پلکیں لرزنے لگیں، دل فریاد کر اٹھا پر اس نے کان نہ دھرنے کا فیصلہ کیا۔ غصے سے گاڑی کا دروازہ بند کیا اس کی طرف دیکھے بغیر بھاگ کھڑی ہوئی اندر کی کیفیت سے باہر نکلنے کے لیے جلدی سے دروازے پر لگی بیل پر انگلی رکھ دی۔

شاہ نے اس کے چہرے پر قوس قزح کے بکھرے رنگوں کو اپنی نگاہوں میں جذب کیا اور مسکراتا ہوا زن سے گاڑی بھگا لے گیا۔ دل بہت خوش تھا محبت ہر شے میں جلوہ گر دکھائی دی دنیا محبت کے گرد گھومتی نظر آئی اسے محبت کا احساس کیا ہوا لگا کہ زندگی جگمگا اٹھی ہو محبت مٹی نہیں دل میں بستی ہے پر وہ دوسرا رخ بھول بیٹھا کہ 'محبت' کے لیے سازشیں بھی کی گئیں دشمنیاں بھی پالی گئیں تخت و تاج بھی چھینے گئے۔

☆☆☆......

"ممّا! یہ شاہ کا بچہ دال دال کچا کیا فضول قسم کی باتیں کررہا ہے؟" سونیا نے بیگ سائیڈ ٹیبل پر رکھا، کالا گاؤن اتار کر کرسی کے ہتھے پر رکھا اور ماں کے پاس کچن میں پہنچتے ہوئے بری طرح سے ہانپ اٹھی۔ بعض دفعہ باہر والوں سے لڑنے کے مقابلے میں خود سے جنگ کرنا زیادہ مشکل ہوجاتا ہے۔

"ارے..... یہ کالج سے گھر کے راستے کے بیچ میرا شاہ کہاں سے آ گیا؟" رخشی نے پیار سے بیٹی کو پانی کا گلاس پکڑایا متضاد جذبوں کی ایسی یورش چھائی کہ پسینہ پسینہ ہوتی چہرہ الگ غصے کے مارے سرخ ٹماٹر بن گیا، رخشی نے پیار سے بیٹی کو دیکھا جو ڈائننگ ٹیبل کی کرسی پر دھم سے بیٹھ گئی۔

"وہ مجھے پک کرنے کالج آیا تھا بڑی شو مار رہا تھا کہ میں اس کی منگ ہوں بچپن سے اس کے نام پر 'بک' ہوں وغیرہ..... وغیرہ مجھے تو اس کی باتوں پر یقین ہی نہیں آیا جھوٹا کہیں کا میں نے بھی جتادیا کہ میری زندگی کا اتنا اہم فیصلہ میرے ممّا' پاپا مجھ سے پوچھے بغیر کرہی نہیں سکتے' ٹھیک کہا نا؟" اس کی اتنی طویل مبالغہ آرائی پر مبنی بات کے ختم ہوجانے کے باوجود رخشی کی خاموشی پر اس کا ماتھا ٹھنکا۔

"بتائیے نا ممّا! میں نے غلط تو نہیں کہا نا؟" سونیا نے جلدی جلدی پانی کا گلاس خالی کیا اور سوچ میں کھوئی ہوئی ماں کا چہرہ اپنی طرف موڑ کر سوال کیا، رخشی نے بیٹی سے نظریں چرائی اور مڑ کر سالن گرم کرنے لگی۔

"ممّا! آپ چپ کیوں ہیں کیا وہ ٹھیک کہہ رہا تھا؟" سونیا نے پیر پٹخے۔

"چلو ایسا کرو پہلے تم کھانا کھالو پھر ہم دونوں آرام سے بیٹھ کر اس بارے میں بات کریں گے میں نے تمہارا پسندیدہ لوکی گوشت اور مٹر پلاؤ پکایا ہے۔" رخشی بیٹی کی ضدی طبیعت سے واقف تھی اسی لیے فی الحال اسے دوسری طرف گھمانا چاہا۔ جانتی تھی کہ اگر بات اس کی مرضی کے خلاف ہوئی تو بھوک ہڑتال سے بھی گریز نہیں کرے گی اکلوتے بچے کبھی کبھی والدین کی بے جا محبت کا ناجائز فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔

"شاہ مراد! تم سے تو میں صحیح معنوں میں نمٹوں گی' ایسی بھی کیا بے صبری؟ یہ لڑکا اپنا معاملہ خود بگاڑے گا پھر ماہی' ماہی کر کے میرے پیچھے گھومے گا۔" انہوں نے دانت کچکچا کر دل ہی دل میں شاہ مراد کو مخاطب کیا' وہ سونیا کی فطرت سے آگاہ ہونے کی وجہ سے اپنے طریقے سے سمجھاتیں پر شاہ نے جذباتیت دکھا کر کلہاڑی خود ہی پیروں پر مار لی تھی۔

"تو ممّا' تو پہلے مجھے پوری بات بتائیے اس کے بعد ہی میں کچھ کھانے پینے کا سوچوں گی۔" اس نے قطعیت سے کہتے ہوئے کسی گہری سوچ میں گم ماں کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ والی کرسی پر بٹھالیا۔

"بیٹا! بات یہ ہے کہ شاہ جھوٹ نہیں بول رہا تھا، تم واقعی اس کی ٹھیکرے کی مانگ ہو۔" رخشی نے دھیمے سے اسے بتایا۔

"ممّا! یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں.....؟ میں آپ لوگوں پر اتنی بھاری ہوگئی تھی کہ میرے بڑے ہونے کا انتظار بھی نہ کیا، پالنے سے ہی مجھے فضول رسم ورواج کے بھینٹ چڑھادیا۔" سونو ایک دم جذباتی ہوگئی دل میں درد کی ایسی لہر اٹھی کہ آنکھ سے آنسو بہہ نکلے یہ سوچ کر دماغ پھٹنے لگا کہ شاہ کے سامنے تو بڑی شیخیاں مار آئی پر اس کا استحقاق بھرا انداز بلاوجہ تھا، اپنا آپ بے مایہ ہلکا اور حقیر لگا۔

"سونو میری جان! جیسا تم سوچ رہی ہو ایسی بات بالکل نہیں اصل میں تمہاری پیدائش پر اباجی نے ہی تم دونوں کی منگنی کا اعلان کردیا تھا، شاہ اس وقت پانچ سال کا تھا۔ اباجی کینسر میں مبتلا تھے ڈاکٹر نے جواب دے دیا تھا ہم سب ان کو اسپتال سے گھر لے آئے تو انہوں نے تمہارے پاپا اور حمیرا سے یہ بات کی اس وقت حالات ہی ایسے ہوگئے کہ ان کی آخری خواہش سمجھتے ہوئے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ عام حالات ہوتے تو تمہارے پاپا

کبھی نہیں مانتے جانتی ہو ناوہ تمہارے معاملے میں کتنے روشن خیال ہیں۔ اب تم ہی بتاؤ کوئی بیٹا! ایسے وقت میں اپنے باپ کو کیسے مایوس کرتا' حمیرا نے بھی باپ کی بات پر سر جھکا دیا' ہم سب ایسی پوزیشن میں بھلا کیا بولتے ان کی خوشی کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔ ہاں یہ ضرور ہوا کہ تمہارے پاپا نے سب کو تاکید کردی کہ گھر کی بات گھر تک ہی محدود رکھی جائے۔ یہ بالکل نہیں چاہتے تھے کہ اس بات کی بھنک تم لوگوں کے جوان ہونے اور شاہ مراد کے کسی قابل بننے سے قبل پہنچیں اور تم دونوں پڑھائی لکھائی میں دل لگانے کی جگہ فضول قسم کے خرافات میں پڑ جاؤ۔" انہوں نے ٹھنڈی سانس بھر کر بیٹی کو اصل بات بتائی، سونیا خاموشی سے ماں کو تکنے لگی پھر اس کے دماغ نے ایک اور صلاح دی۔

"مانا دادا جی کے فیصلے کے آگے سب مجبور ہو گئے پر شاہ مراد کو پہلے یہ بات کیوں بتائی گئی مجھ سے صاف چھپالیا گیا' ہاں بھئی وہ مرد ہے نا اسے اولیت دی گئی میں لڑکی ہوں اس لیے مجھ کو کسی قابل ہی نہیں سمجھا حالاں کہ یہ صرف اس کا ہی نہیں میری زندگی کا بھی بہت اہم معاملہ تھا پر اس کو پہلے اعتماد میں لیا گیا اس نے مجھے پسند کرلیا، تو سب منگنی کی تیاری میں لگ گئے اور فرض کریں اگر وہ انکار کردیتا تو اس وقت آپ لوگ کیا کرتے؟" سونیا نے طیش میں بلاسوچے سمجھے اپنے حساب سے معنی اور مطلب ڈھونڈ نکالے۔ وہ شاہ کو ناپسند نہیں کرتی تھی اگر ویسے ہی اس سے پوچھا جاتا تو شاید وہ انکار نہ کرتی مگر ان حالت کے تحت جس طرح اسے مجبور کیا جارہا تھا وہ ناقابل برداشت لگ رہا تھا منفی سوچوں نے سارے راستے مسدود کردیے تھے۔

"ہیں...... ہیں لڑکی کیا بکے جارہی ہو ہوش میں تو ہو جیسا الٹا سیدھا تم سوچ رہی ہو ویسا کچھ نہیں ارے حمیرا نے تو مجھ سے کافی دن پہلے ہی کہا تھا کہ تمہیں بھی بتادوں مگر میں نے ہی تمہارے امتحانات ختم ہونے کے انتظار میں اپنا منہ بند رکھا، فائنل ایگزام کی تیاری کے دوران تمہارا دھیان دوسری باتوں میں لگانا کیا صحیح ہوتا؟ بس اتنی سی بات کا فسانہ بن گیا وہ کیا کہتے ہیں...... نیکی برباد گناہ لازم۔" رخشی نے جلدی جلدی بات سنبھالنی چاہی تاکہ شاہ کے خلاف سنو کے دل پر چھایا غبار صاف ہو سکے۔

"مما! آپ شاہ کی محبت میں چاہے کوئی بھی صفائی پیش کریں، میں یہ بات بھول نہیں سکتی کہ سب نے زندگی کے اس اہم معاملے میں اسے فوقیت دی اور مجھے دیوار سے لگا دیا اور ہاں پھوپو کو ابھی منگنی کا دن مقرر کرنے سے منع کردیں ابھی میں ذہنی طور پر اس بات کے لیے تیار نہیں۔" سنو نے بچوں کی طرح منہ بنا کر ماں کو فیصلہ سنایا اور اٹھ کھڑی ہوئی، بیٹی کے تیور نے رخشی کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے۔

"سنو جانو! ساری عمر میں نے سسرال والوں کے ساتھ بہت اچھے طریقے سے نبھا کیا اب تم یوں واویلا مچا کر کیوں سر پر خاک ڈلواؤ گی، شاہ بہت اچھا لڑکا ہے وہ تمہیں خوش رکھے گا بیٹی غصہ تھوک دو میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم اس کے ساتھ ایک بھرپور زندگی گزارو گی اور ماں کا دل بھی جھوٹی گواہی نہیں دیتا۔" انہوں نے بیٹی کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔ اسے پیار سے منانے کی کوشش کی...... ان کی آنکھیں بھر آئیں۔

"آپ سمجھتی کیوں نہیں اس نے بچپن سے اب تک مجھے بہت ستایا ہے، آگے بھی کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔" سنو نے ماں کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو دھیرے سے کہا رخشی بیٹی کے خودساختہ اندیشوں سے بلبلا اٹھیں۔

"اچھا ٹھیک ہے اب میں کچھ نہیں کہوں گی تمہارے پاپا ہی اس معاملے میں تم سے نمٹیں گے۔" ویسے کو تو انہوں نے یہ دھمکی دے دی مگر جانتی تھی کہ ظفر اقبال کے سامنے ان کے منہ سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی پورے گھر کو بھونچال کی زد پر لے آئے گا۔ ظفر اقبال لاکھ نرم طبیعت کے سہی پر اپنی زبان اور اصولوں کے معاملے میں خاصے بدلحاظ اور بے لچک ہو جاتے۔

"ابھی تو غصے میں ہے، چند دنوں میں خود ٹھیک ہو جائے گی۔" سنو کا چہرہ اتر گیا وہ خاموشی سے اپنے

کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ انہوں نے اپنی نازوں پلی پیاری بیٹی کو جاتے دیکھا اور سوچا مگر اس نے تو جیسے پورے گھر سے کنارہ کشی اختیار کرلی، ماں سے بات چیت کم کردی صرف باپ کے سامنے اپنے آپ کو نارمل ظاہر کرتی ورنہ 'ڈونٹ ڈسٹرب' کی تختی اپنے دروازے پر لگا کر اندر پڑی رہتی۔ شاہ بھی اسے کئی بار منانے آیا، پھول لایا، چاکلیٹ لایا، مگر اس نے ساری چیزیں ڈسٹ بن میں پھینک دیں وہ دستک دے دے کر ہار گیا مگر وہ پتھر بنی رہی اٹھ کر دروازہ نہیں کھولا۔

شاہ کو رخشی نے بھی اس کی جلد بازی پر خوب جھاڑ پلائی وہ خود سنو کے مزاج کے حساب سے بات کرتیں تو بات یوں نہ بگڑتی۔ شاہ سر جھکا کر ہنستا رہا غلطی بھی تو اس کی ہی تھی سزا بھی سب سے زیادہ وہی پا رہا تھا ایک طرف محبت تو دوسری طرف ماں کے منہ کے بگڑتے ہوئے زاویے۔ جائے تو جائے کہاں...... آج کل وہ دنیا کا سب سے مظلوم شخص شیو بڑھائے کپڑوں سے بے پروا سنو کو منانے کے طریقے سوچنے میں جتا ہوا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ ایسے بے پروا انداز اس پر بہت جچ رہے تھے۔

رخشی بیٹی کی حرکتوں پر سر پکڑ کر بیٹھ جاتی مگر آج تو سنو نے حد کردی۔ شاہ کی گاڑی دیکھتے ہی خود کو کمرے میں بند کرلیا اور حمیرا کی آمد کا بھی نوٹس نہیں لیا۔

☆☆☆......

"یہ سب کیا لادے چلے آرہے ہو؟" شاہ مراد نے بہت سارے پیکٹس لا کر رخشی کے سامنے ڈھیر کردیے تو انہوں نے ٹی وی کا ریموٹ سائیڈ پر رکھا اور مسکرا کر شاہ سے پوچھنے لگیں جس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔

"کیا مامی! ایک ہفتہ ہوگیا ہے آپ کی لاڈلی کو روٹھے ہوئے نہ ہی فون اٹھاتی ہے اور نہ ہی خود سے بات کرتی ہے اب منانے کی کوشش کررہا ہوں۔" اس کے چہرے پر اتنی معصوم سی بے چارگی تھی کہ رخشی نے آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما۔

"ام چھا رکو میں اسے بلاتی ہوں۔" رخشی نے سونیا کے کمرے میں جا کے اسے شاہ مراد کے آنے کی اطلاع دی۔

"ممما! پلیز پتا ہے نہ امتحان سر پر ہیں تیاری کرنے دیں۔" اس نے ماں سے نظریں چرائیں اور جلدی سے کتاب کھول کر منہ کے آگے کرلی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا تم دو منٹ میں باہر آجاؤ بھلے سلام و دعا کر کے واپس پڑھنے بیٹھ جانا۔" رخشی نے تختی سے کہا۔

"اف...... مما بھی نہ...... بیٹی کے سوا پوری دنیا کی فکر میں جتلا رہتی ہیں۔" اس نے چڑ کر کتاب بند کی اور ماں کے پیچھے آگئی۔

"السلام علیکم!" اس نے روٹھے پن سے سلام داغا اور واپس مڑنے لگی۔

"سنو...... پلیز سنو یہ دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں؟" شاہ مراد اس کے پیچھے لپکا۔

"کیا ہے؟" وہ مروت میں واپس پلٹی ٹیبل پر نقرئی کاغذ میں لپٹا ایک بڑا سا پیکٹ تھا دل میں اشتیاق جاگا اور جلدی سے کھولا۔

"میرے لیے یہ لائے ہو؟" شاہ مراد کے قریب آکر چیخی، رخشی اور شاہ مراد کی ہنسی نہیں رک رہی تھی۔ سونیا کی بچپن کی تصویر تھی جس میں وہ روتی ہوئی باربی ڈول لگ رہی تھی۔ جسے شاہ مراد نے انلارج کروا کر بہت نفیس فریم میں لگوایا تھا۔

"اتنی روتی دھوتی تصویر کوئی اور اچھی تصویر نہیں ملی۔" ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھو گئی مگر ظاہر نہ کیا ورنہ شاہ مراد پھیل جاتا۔

شاہ مراد نے مسکرا کر سونیا کو دیکھا۔

☆☆☆......

"رخشی! ارے خاتون کہاں ہو؟" ظفر اقبال بڑے خوش گوار موڈ میں پورے گھر میں گھوم گھوم کر بیوی کو پکار رہے تھے۔

"جی یہاں ہوں، پیچھے رشیدہ ماسی سے دھلائی کروا رہی ہوں۔" صفائی کا جنون انہیں ہر وقت مصروف رکھتا میاں جی کی آواز پر مسکرا کر جواب دیا۔

"خاتون! چھوڑیں کام وام آرام سے بیٹھ کر میری بات سنیں ایک خوش خبری سنانی ہے آپ کو۔" ظفر اقبال نے پیار بھری نظروں سے بیوی کو دیکھا، جس کی بدولت گھر جنت بنا ہوا تھا، وہ ہائے ہائے کرتی رہ گئیں پر انہوں نے وائپر بیوی کے ہاتھ سے چھین کر ماسی کو دیا اور ان کے گیلے ہاتھ تھامے زبردستی کمرے میں لے آئے۔ ماسی نے صاحب کی شرارت کو مسکرا کر دیکھا اور پانی ڈال کر وائپر چلانے لگی۔

"افوہ..... آپ کو کیا ہوگیا ہے؟ رشیدہ کا تو خیال کرلیتے، بڑھاپے میں اس کے سامنے ہی چونچلے دکھانے لگے۔" رخشی نے جھینپ کر تولیہ سے ہاتھ پونچھے اور ناز سے بولیں۔

ظفر اقبال مسکراتے ہوئے بستر پر دراز ہوکر بیوی کا غصہ انجوائے کرنے لگے۔ دبلی پتلی گوری چٹی سی ان کی من موہنی شریک حیات میں اب بھی اتنا دم تھا کہ وہ ان کا دل اتھل پتھل کر کے رکھ دیتیں۔ کہیں سے جوان بیٹی کی ماں لگتی ہی نہیں تھیں۔

"خاتون! اب انسان چونچلے اپنی بیوی کو ہی دکھا سکتا ہے، پڑوسن کو دکھاؤں گا تو جوتے ہی کھاؤں گا اور یہ تم نے بوڑھا کسے کہا؟ دل ہونا چاہیے، عمر میں کیا رکھا ہے۔" ظفر اقبال نے رخشی کے چوٹی کو کھینچ کر انہیں اپنے نزدیک کیا تو وہ بیر بہوٹی بن گئی، چہرے پر اترتی لالی ظفر اقبال کو کام کی باتیں بھلانے لگی۔ ان دونوں کی ازدواجی زندگی کی کامیابی کے پیچھے، ظفر اقبال کی ہلکی پھلکی طبیعت کا بھی خاصا دخل تھا۔ وہ زندگی کو بوجھل کرنے کی جگہ ہنستے مسکراتے گزارتے آئے۔

"خیر سنیے آج بڑی سالی صاحبہ کا فون آیا تھا وہ زوہیب، صہیب اور بہو کے ساتھ اگلے ہفتے کراچی پہنچ رہی ہیں۔" انہوں نے اپنے تئیں بیوی کو خوش خبری سنائی مگر وہ چپ چاپ کسی سوچ میں گم ہوگئیں۔

"کیا ہوا بھئی؟ ہم تو امید کررہے تھے کہ اس خوشی میں آپ کہیں گی 'جانو! کچھ میٹھا ہوجائے' مگر یہاں تو چہرہ ساڑھے بارہ بجا رہا ہے۔" ان کی شوخیاں جاری و ساری تھیں۔

اچھا..... آپا آرہی ہیں؟" رخشی نے ان کے ٹوکنے پر اپنے آپ کو سنبھالا۔

"لو ہم تو سمجھے آپ خوشی سے جھوم اٹھیں گی مگر لگتا ہے خاتون کا موڈ راگ درباری چھیڑنے والا ہورہا ہے۔" ظفر اقبال کا لہجہ کچھ کچھ مشتی خیز ہوچلا ان کو ہمیشہ حیرت ہوتی کہ رخشی کبھی اپنی بہن سے ملنے کے لیے اتاؤلی نہیں ہوئیں اور وردانہ کا بھی حال، بہن سے جدا نہیں ورنہ لاہور کون سا دور تھا۔ دونوں طرف ویسی گرم جوشی دکھائی نہیں دیتی جو عموماً والدین کے انتقال کے بعد ایک دوسرے کے قریب لے آتی ہے سالوں میں کسی شادی بیاہ کے موقع پر ہی ملاقات ہوجائے تو ہوجائے..... ورنہ فون پر ہی کبھی کبھار ایک دوسرے کی خیر خیریت دریافت کرلی جاتی۔

"کیا اس وقت ان لوگوں کا آنا مناسب ہوگا؟ ابھی حمیرا شاہ اور سلو کی منگنی پر زور دے رہی ہے۔" رخشی نے شوہر کی طرف دیکھا وہ کچھ ہراساں سی نظر آئیں۔

"ارے بیگم صاحبہ! آپ بھی کمال کرتی ہیں یہ ہی تو مناسب وقت ہے، ہماری آدھی گھر والی بھی ایسی خوشیوں بھری گھڑی میں یہاں موجود ہوں گی، ورنہ شادی کے اتنے سالوں بعد بھی، ان سے وہ بے تکلفی پیدا نہ ہوسکی، جو کہ اس رشتے کا خاصہ ہے۔ بھئی لوگ سسرال والوں کی آمد سے گھبرا جاتے ہیں ہم تو ترستے ہیں کہ ہمارے سسرال سے بھی کوئی آئے؟" ظفر اقبال کچھ کھو سے گئے۔

"چلیں میں ان لوگوں کے لیے اوپر والا پورشن ٹھیک کروادیتی ہوں۔" رخشی نے شوہر کی رضا کو جانا تو تھوڑی گرم جوشی دکھائی ورنہ حقیقتاً اس وقت اپنی بہن کا آنا اسے بہت کھلا۔ سلو نے بھی بچپن کی منگنی والی بات کو لے کر گھر میں ایک ہنگامہ مچایا ہوا تھا اس پر وردی آپا کا مزاج۔

"ایک بات پوچھوں خاتون! ناراض تو نہیں ہوں گی؟" وہ خاصے سنجیدہ نظر آرہے تھے۔

"جی پوچھیے؟" وہ متوحش سی شوہر کا چہرہ دیکھنے

لگیں، کہیں سونو کے انکار کی بھنک ان کے کانوں میں تو نہیں پڑگئی۔

"کیا آپ دونوں بہنوں کے بیچ کسی بات پر کوئی اختلاف ہے؟" انہوں نے رخشی کا چہرہ جانچا۔

"ارے نہیں...... پر آپ نے ایسا کیوں سوچا؟" وہ اپنے لمبے بالوں کو کھول کر دوبارہ چوٹی کی شکل دیتے ہوئے چونکیں۔

"بس دونوں میں وہ گرم جوشی کبھی دکھائی نہیں دی جو ہم سب بھائی بہنوں کے بیچ میں ہے دری آپا اگر ہم سے کہیں ملتی بھی ہیں تو خاصی لیے دیے سے رہتی ہیں اسی لیے مجھے لگا کہ شاید وہ مجھے پسند نہیں کرتیں آج ان کا فون آیا تو میں خود حیرت زدہ رہ گیا کہ زندگی میں پہلی بار انہوں نے مجھ سے اتنے پیار سے بات کی۔" ظفر اقبال الجھے الجھے سے لگے۔

"ارے نہیں بس آپا کی عادت ہی کچھ ایسی ہے ویسے بھی آپ اپنے بہن بھائیوں کا موازنہ کسی دوسرے سے کیسے کرسکتے ہیں پانچوں انگلیاں برابر تھوڑی ہوتی ہیں۔" رخشی نے نرمی سے بات بنائی تو ظفر نے سر ہلادیا۔ ان کی ایک اچھی عادت یہ بھی تھی کہ وہ چیزوں کے پیچھے نہیں پڑتے نہ ہی انہیں کسی بات کی بہت زیادہ کرید ہوتی جو بتادیا بس وہ ہی سمجھ لیا۔

"اچھا خیر جو بھی ہو ہم مہمان نواز لوگ ہیں۔ ان سب کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونی چاہیے کچھ لانا ہو تو ڈرائیور کے ساتھ جاکر لے آیئے گا۔" انہوں نے بیوی کے گالوں کو پیار سے تھپتھپایا اور لیپ ٹاپ اٹھا کر ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گئے۔ رخشندہ نے ٹھنڈی سانس بھری شوہر کو تو سمجھالیا مگر اسے آج تک اپنی آپا کو منانا نہ آیا۔

......☆☆☆......

دردانہ رخشندہ کے والد کریم الدین کی پہلی اہلیہ سے تھی، زمرد بی بی کے انتقال کے بعد کریم الدین نے گھر کے حالات سے مجبور ہوکر مہناز سے دوسری شادی کی جو رشتے کے انتظار میں گھر کی دہلیز تھامے عمر کی تیسویں سیڑھی چڑھ چکی تھیں انہیں بن ماں کی اس بچی پر بہت پیار آیا جو منہ دکھائی میں تحفے کے طور پر ملی تھی انہوں نے اس پر اپنا پیار لٹانا چاہا لیکن جانے دردانہ کے مزاج میں کہاں سے اتنی تلخی بھری تھی کہ وہ ہمیشہ ان کے خلوص کو چاپلوسی سمجھتی۔ ان کے اور اپنے بیچ فاصلے کی دیوار پہلے دن سے قائم کی تو گزرتے وقت کے ساتھ بدگمانی کے پانی سے مضبوط کرتی چلی گئی۔ مہناز ایک نیک خاتون تھی۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کیے بن ماں کی بچی کا نہ صرف لحاظ کرتی بلکہ بہت خیال رکھتیں۔ بچپن سے ہی اسے اپنی چلانے کی عادت ہوگئی۔ اگر کبھی کسی بات پر نہ کردی جاتی، تو وہ رونا دھونا مچا دیتی۔ مجبوراً کریم الدین اس کی خواہش پوری کردیتے شاید یہی وجہ تھی کے دن بہ دن اس کی خودسری بڑھنے لگی اور وہ اپنے آپ کو کوئی بڑی شے سمجھنے لگی۔

دماغ میں شاطرانہ سوچ اسے نت نئے ڈراموں پر آمادہ رکھتی وہ جہاں کریم الدین اور مہناز کو پاس پاس بیٹھے دیکھتی۔ کبھی اس کے کان میں درد اٹھتا تو کبھی پیٹ میں مروڑ۔ دونوں میاں بیوی اپنے آپ کو بھول کر اس کی خدمت میں لگ جاتے۔ رخشی کی پیدائش کے بعد تو جیسے دردانہ کا غصہ سوا نیزے پر پہنچ گیا۔ باپ کی محبت میں شراکت و شراکت کا کلیہ اسے بالکل نہیں بھاتا، ہر وقت جلتی کڑھتی رہتی، کہتے ہیں چہرے سوچوں کے عکاس ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ اس کی ساری خوب صورتی کو منفی سوچوں نے کھانا شروع کردیا۔

رخشی اسکول جانے لگی تو اچانک کریم الدین کا ٹرانسفر لاہور ہوگیا۔ نیا محلہ نئے لوگ، یہاں آکر مہناز نے سب کو یہی بتایا کہ دونوں ان کی سگی بیٹیاں ہیں۔ مہناز نے شروع سے بچت کر کر کے کمیٹیاں ڈالیں اور جب مناسب پیسے جمع ہوگئے تو ایک درمیانے علاقے میں مناسب گھر خرید لیا۔ کریم الدین بیوی کے اتنے مشکور ہوئے کہ گھر مہناز کے نام پر ہی کردیا۔

وقت کا دھارا بہتے ہوئے بہت آگے نکل گیا مگر نہیں بدلا تو دردانہ کا مزاج بلکہ دن بہ دن اس کی زبان کی دھار

میں تیزی آتی گئی۔ رخشی کو تو دیکھتے ہی اس کے دل میں کانٹا سا چبھ جاتا اس کی خوب صورتی، نشیلی آنکھیں، متوالی چال ان سب پر بھاری پیار او اخلاق دردانہ کو ہمیشہ احساس کمتری میں مبتلا رکھتا۔ لوگوں کی تعریفیں اسے ناگوار گزرتیں۔ اب تو کریم الدین بھی بڑی بیٹی کی روش سے پریشان رہنے لگے۔ دری نے گریجویشن کرلیا اور رخشی انٹر میں آگئی تو انہوں نے جلد از جلد بڑی بیٹی کی شادی کی ٹھانی۔ مہناز نے دردانہ کے رشتے کے سلسلے میں آس پاس کے لوگوں سے کہنا شروع کردیا۔ آخر ان کی مراد بر آئی۔ پچھلی گلی میں رہنے والی فاطمہ خالہ نے اپنے بھانجے سرفراز کے لیے مہناز سے بات کی۔ ان کی بہن جو کے ایک پیسے والے گھرانے میں بیاہی گئی تھی، ان لوگوں کا اپنا چاولوں کا بڑا کاروبار تھا لڑکا بھی پڑھا لکھا اور خوب رو تھا۔ ان لوگوں کو جس شام آنا تھا رخشی نے خوشی خوشی ماں کے ساتھ مل کر گھر کو چمکایا۔ بہن سے ڈرتے ڈرتے چھیڑ چھاڑ بھی کی جواب میں دری کے چہرے پر آنے والی دلکش مسکراہٹ نے اس کا دل شاد کردیا۔ پھر نہا کر خود گلابی سوٹ پہنا۔ آپا کو سبز لباس پہنا کر ہلکا سا میک اپ بھی کردیا۔ نماز پڑھ کر بہن کی خوشیوں کے لیے دل سے ڈھیروں دعائیں مانگی۔

پردہ ہوگیا جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

لڑکے والے ان سب سے مل کر بڑے خوش ہوئے۔ سرفراز میاں خود بھی ساتھ آئے تھے۔ کریم الدین نے لڑکے والوں کی خواہش پردری کے معاملے میں روشن خیالی کا ثبوت دیا، بیٹی کو ایک نظر دکھانے کی اجازت دے دی۔ رخشی ان سب کے بیچ تتلی بنی پھر رہی تھی۔ سرفراز اسے دلہا بھائی کے روپ میں اتنا بھایا کہ بھائی جان...... بھائی جان کہتے اس کا منہ نہیں سوکھا۔ سارا کام خوش اسلوبی سے ہوگیا ان لوگوں نے گھر جاکر جواب دینے کا عندیہ دیا۔ رخشی کالج سے آکر سوئی ہوئی تھی کہ برتن ٹوٹنے کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی۔ بھاگی بھاگی صحن میں پہنچی تو نیا تماشہ کھڑا تھا۔ ہکا بکا ہی کھڑی رہ گئی۔

''آپ تو یہی چاہتی تھی کہ ہر جگہ آپ کی بیٹی کی واہ واہ ہو۔ جب ہی تو سجا بنا کر گلابی جوڑا پہنا کر اس منحوس سرفراز کے آگے پیش کردیا، میں دیکھ نہیں رہی تھی کہ یہ کیسی پھنسی جارہی تھی۔'' رخشی کے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہاں کیا ہورہا ہے۔

مہناز الگ مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑی اپنے اور اپنی بیٹی پر لگنے والے فرد جرم کی صفائی دینا چاہ رہی تھیں، دردانہ کا جلال عروج پر تھا۔ وہ شیشے کے سارے وہ برتن توڑنے پر تل گئی جس میں کل ان لوگوں کو ناشتہ پیش کیا گیا تھا۔

''آپا! ہوا کیا ہے خیر تو ہے؟'' اس نے گھبرا کر دونوں سے پوچھا۔

''اوہو' آگئی خیر کا پوچھنے والی' ارے جہاں تیرے جیسی چنڈال ہو وہاں خیر کہاں؟ شر ہی ہوگا۔'' دردانہ کی جلتی نگاہوں نے اس کا طواف کیا۔ بہن کے انداز پر وہ گھبرا اٹھی۔

''کیا بول رہی ہو آپا اپنی چھوٹی بہن کے لیے ایسی بات کرتے تمہیں ذرا شرم نہیں آئی؟'' رخشی کو اس کے انداز تخاطب پر ایک دم غصہ آگیا۔

''ادھر آ' بہن کی بچی میں تجھے بتاتی ہوں' نہیں ہوں تیری بہن میں' تو سوتیلی ہے اور سوتیلی ہی رہے گی' جب ہی تو' تو نے اور تیری ماں نے اپنا اصلی چہرہ دکھا دیا۔'' دردانہ رخشی کے پوچھنے پر دوڑ کر اس کے پاس گئی اور بالوں کو اپنے ہاتھوں سے مروڑا۔ نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔ اتنی تکلیف اسے بال کھینچنے پر نہیں ہوئی، جتنی لفظ 'سوتیلی' پر ہوئی مہناز اور کریم الدین نے آج تک یہ بات چھوٹی بیٹی سے چھپائے رکھی اور دردانہ کو بھی سختی سے منع کیا تھا کہ کبھی بھی اس کے منہ سے لفظ 'سوتیلا' نہ نکلے مگر آج غصے کی شدت میں وہ سب کچھ بھول بیٹھی۔ رخشی نے بے یقین نگاہوں سے ماں کو دیکھا جو ان دونوں کو الگ کرنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جارہی تھی۔

''دری بیٹا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو کچھ سوچ سمجھ کر بولو۔'' مہناز کو لگا آج ان کی ہمیشہ کی زبان بندی ساری عمر کی

قربانیاں رائیگاں ہوجائیں گی۔

"ہاں تو آپ کے کہنے سے حقیقت بدل تو نہیں جائے گی، سوتیلے کو سوتیلا ہی کہا جائے گا۔ ایک بات اور آئندہ میرے لیے رشتے وشتے کا ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں اگر آپ کی بیٹی کی جوانی نہیں سنبھل رہی تو بیاہ دے اسے سرفراز کے ساتھ پاپ کٹے......" ابھی دردانہ کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک زوردار طمانچہ اس کے منہ پر پڑا وہ پاس پڑے پلنگ پر جا گری۔ کریم الدین جو ابھی گھر میں داخل ہوئے تھے بڑی بیٹی کی اتنی گندی بات ان سے برداشت نہ ہوئی انہوں نے کانپتی ہوئی رخشی کو اپنے بازوؤں میں چھپالیا۔

"بس کرو دری بہت ہوگیا تماشہ چلو اپنے کمرے میں۔" وہ طیش میں چیخے اور دردانہ نے کھا جانے والی نظروں سے دونوں ماں بیٹی کو گھورا اور دوڑتی ہوئی اپنے کمرے میں آ گئی اور زور سے دروازہ بند کرلیا۔

"کاش کریم الدین آپ یہ سختی پہلے دن سے دکھاتے تو آج ہمیں یہ سب تماشہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔" مہناز کی شکوہ کناں نگاہیں ان کی نظروں سے ٹکرائیں شرمندگی اور پچھتاوؤں نے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ بھی کیا کرتے شریف آدمی ٹھہرے۔ بن ماں کی بچی سمجھ کر دردانہ کی غلطیوں کو ہمیشہ صرف نظر کیا امید نہ تھی کہ نتیجہ یہ نکلے گا۔

سرفراز کے گھر فوراً انکار کہلوا دیا گیا جس نے دردانہ کی جگہ رخشندہ سے شادی کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ فاطمہ خالہ نے بہت سمجھایا۔ 'بڑی کی نہ سہی چھوٹی کی ہی کردو، اتنا اچھا رشتہ ہاتھ سے نہ جانے دو سرفراز بہت ہاتھ پاؤں جوڑ رہا ہے کہ شادی کرے گا تو صرف رخشندہ سے' مگر مہناز اس معاملے میں پتھر ہوگئیں۔

کریم الدین نے ایک مہینے کے اندر اندر سادگی سے دردانہ کی شادی اپنے دوست کے بیٹے ریحان سے کردی، خوش شکل کم تعلیم یافتہ ریحان ایک دفتر میں معمولی عہدے پر فائز تھا۔ شاید دردانہ کو اس سے بھی اچھا رشتہ مل جاتا۔ مگر اس نے جس طرح گھر میں جنگ کا محاذ کھول رکھا تھا۔ رو رو کر واویلا مچاتی۔ کریم الدین اپنی عزت سے ڈر گئے تھے۔ یہاں معاملہ صرف ایک بیٹی کا نہ تھا۔ دردانہ کی زبان سے رخشندہ کی بدنامی کا بھی خدشہ انہیں ڈرا رہا تھا۔ اسی لیے اسے عزت سے بیاہ دینا ناگزیر ہوگیا دردانہ ایسی روکھی پھیکی شادی سے خوش نہ تھی۔ ایسی جلی بھنی نکلی کہ رخصتی کے بعد پلٹ کر میکے نہ آئی۔ کریم الدین کے زور دینے پر مہناز ایک دو دفعہ اس کے گھر بھی گئیں، پر دردانہ نے انہیں دروازے سے ہی لوٹا دیا۔ پاس پڑوس سے خیریت پتا کی تو برابر میں رہنے والی ایک عورت نے مہناز کو بتایا کہ ان کے داماد ریحان کی نوکری ختم ہوگئی ہے اور گھر میں کھانے کے بھی لالے پڑے ہوئے ہیں، اسی بات پر میاں بیوی میں اکثر تو تکار ہوتی ہے کہ سارا محلہ تماشہ دیکھتا ہے۔ لاڈلی بیٹی کی حالت کا سن کر کریم الدین دل پکڑ کر بیٹھ گئے۔ جلدی میں کیے گئے فیصلے کا انجام اچھا نہ نکلا۔ خود کو موردالزام ٹھہرانے لگے۔

دردانہ کی جذباتیت اور غصے نے اسے دکھوں کی بھیڑ میں اکیلا چھوڑ دیا مگر وہ ہی 'میں' کا جھگڑا۔ اس سے نکلتی تو سکون پاتی۔ کریم الدین سے برداشت نہ ہوا۔ گاڑی بھر کر کھانے پینے کا سامان لیا اور لاڈلی بیٹی کے گھر جا پہنچے۔ دردانہ باپ کی آواز سن کر منہ موڑ کر کھڑی ہوگئی یہ بھی غنیمت رہا کہ اس نے راشن لینے پر اعتراض نہیں کیا، شاید پیٹ کی آگ نے اس کی انا کے شعلوں کو وقتی طور پر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کردیا۔ اس کے بعد کریم الدین نے معمول بنالیا کہ وہ ہر ماہ ایک معقول رقم کا ڈرافٹ داماد کے نام بھیج دیتے۔ مہناز کی نیکی کے صلے میں رخشندہ کی شادی بہت اچھے خاندان میں طے پائی، ظفر اقبال کا تعلق شہر کے ایک مشہور متمول گھرانے سے تھا۔ ان کی اماں کو لڑکی کی خوب صورتی اور کم عمری بھا گئی۔ وہ بیاہ کر کراچی چلی گئی جہاں اس کے شوہر کی گارمنٹس کی فیکٹری تھی۔ اس کے فرض کی ادائیگی کے بعد بہت جلد ہی آگے پیچھے مہناز اور کریم الدین چل بسے۔ رخشی روتی ہوئی لاہور پہنچی۔ پہلی بار دونوں بہنیں گلے مل کر روئیں۔

بہن کی مخدوش حالت دیکھ کر اس نے باپ کی وراثت میں سے حصہ لینے سے انکار کردیا۔

کہتے ہیں ماں سے میکا جب وہ ہی نہیں رہی تو پھر رخشی بار بار لاہور جا کر کیا کرتی۔ بہن تو ماں جائی بھی نہ تھی۔ دل کو زخموں کے سوا کچھ نہ دیا۔ مکان کے کچے کاغذات بنوا کر اس سے فوراً دستخط لیے کہ کہیں بعد میں رخشی کوئی دعوا نہ کر بیٹھے مہناز کا ارمانوں سے بنایا گیا مکان دردانہ کی دسترس میں چلا گیا، جسے بیچ کر اس نے کچھ پیسوں سے ریحان احمد کو ایک پرچون کی دکان کروئی اور باقی پیسے اپنی فضول خرچیوں اور للے تللوں پر لگا کر اڑا دیے۔ رخشی نے باپ سے کیا وعدہ نبھایا۔ ہمیشہ بڑی بہن کا خیال رکھنے کی کوشش کی، چھوٹی ہوتے ہوئے بھی وہ بڑی بنی۔ ہر عید تہوار پر بہن بہنوئی کو تحائف کا بڑا سا پیکٹ بھیجتی، اپنے دونوں بھانجوں کو عیدی کے نام پر معقول رقم بھجواتی۔

ریحان بھی پیسے والی سالی کی وجہ سے اب بیوی سے دبنے لگا تو دردانہ کو بھی احساس ہوا کہ عورت میکے سے بھاری ہوتی ہے، اسی لیے اپنے اختلافات کی ہوا شوہر یا بچوں کو لگنے نہ دی۔ گزرتے وقت کے ساتھ دردانہ کے مزاج کی سختی کم ہوئی تو انہوں نے چھوٹی بہن سے ٹوٹے روابط بحال کر ہی لیے۔ فون پر حال احوال پتا کر ہی لیتی۔ ریحان کے بعد حالات سے لڑتے لڑتے تھک گئیں۔ زندگی کی کٹھنائیوں میں رخشی جس طرح تازہ ہوا کا روزن ثابت ہوئی پھر کیا وہ پاگل تھی، جو اس کو اپنے ہاتھوں سے بند کرتی۔ دونوں بہنوں کے درمیان ایک خاموش سمجھوتہ پا گیا اسی لیے کبھی یہ ذکر دوبارہ نہیں نکلا کہ وہ ایک دوسرے کی سوتیلی بہنیں ہیں، سب انہیں سگی ہی سمجھتے تھے۔ اب کئی سالوں بعد دردانہ نے خود سے رخشی کے گھر آنے کا عندیہ دیا تو ماضی کے سارے منظر اس کی نگاہوں میں پھر گئے، ماں کی مشقت بھری زندگی کیا یاد آئی، آنکھیں بھر آئیں۔

آج بھی آسائشوں کی بہتات میں دردانہ کی وجہ سے والدین کو ملنے والی تکلیفوں کو یاد کر کے لگتا جیسے ہر سو کانٹے سے اُگ آئے ہوں۔

......☆☆☆......

"مامی! ڈارلنگ کیا ہو رہا ہے؟ بڑی مزیدار خوشبو آرہی ہے۔" شاہ نے کچن میں گھستے ہی مامی رخشی کی طرف منہ کر کے جب کہ ڈارلنگ سونو کی طرف جھک کر کہا، اسے چڑانے کا مزہ ہی الگ ہوتا اور وہ ہی ہوا سونیا کا منہ چھوٹی بچی کی طرح بن گیا۔

"بس بیٹا! بریانی دم دے رہی ہوں' آ گئے ہو تو اب لنچ کر کے جانا۔" وہ بریانی کی طرف متوجہ تھیں، دیکھے بغیر بولیں۔ سونیا جو رائتہ بنا رہی تھی کام چھوڑ کر جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی مگر شاہ جس کی ساری حسیں اس کی مانیٹرنگ پر فائز رہتیں۔ جلدی سے بڑھ کر نرم و ملائم کلائی تھام کر اسے کرسی پر بٹھا دیا۔ سونیا نے ماں کا لحاظ کیا اور اسے غصے سے گھورنے پر ہی اکتفا کیا' شاہ مراد نے کاندھے اچکا کر اسے دیکھا اس کا استحقاق بھرا انداز سونو کو آگ لگاتا تھا مگر ماں کے سمجھانے کا کچھ اثر تھا سو زبان بند رکھی۔

"واہ...... واہ آپ نے تو میرے پیٹ کی بات چھین لی، اب اتنا اصرار کر رہی ہیں۔ تو آپ کا دل توڑنے کی جسارت کم از کم میں تو نہیں کر سکتا۔" شاہ نے شرارت سے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اللہ جی! اب یہ شام تک مسلط رہے گا، اترا بھی تو کتنا رہا ہے؟" سونیا نے اسے بغور دیکھتے ہوئے سوچا۔ براؤن جینز اور اسکن کلر کی ٹی شرٹ میں ہلکی سی بڑھی ہوئی شیو میں بڑا ہی ہینڈسم لگ رہا تھا۔

"کیا نظر لگاؤ گی؟ مامی مجھ پر کچھ مرچیں وار کر جلا دیں۔ بڑا ہلکا خون ہے، بہت جلدی نظر لگ جاتی ہے۔ خاص طور پر بری نظر والوں کی۔" شاہ نے کالر کھڑے کرتے ہوئے خصوصی طور پر سونیا کو اپنی مدح بھری نگاہوں کی زد پر رکھا ساتھ ساتھ سونیا کی برداشت پر حیران ہوا۔

"ہاں بھئی میرا بیٹا ہے ہی شہزادہ اللہ نظر بد سے بچائے۔" رخشی نے مصروف انداز میں اسے جواب دیا وہ کباب تلنے کے لیے پین میں جلدی سے آئل الٹنے لگیں۔

"ماما! وہ کیا ہے نا کباب کچھ زیادہ فرائی کریں مجھے بہت پسند ہیں۔" شاہ نے رخشی سے فرمائش کی۔

"میں نے پہلی بار اتنی محنت سے چکن کباب خالہ کی فیملی کے لیے بنائے اور یہ شاہ کا بچہ۔" سونیا کی برداشت کی حد یہیں آ کر ختم ہوگئی۔

"مما! پلیز اتنے سالوں بعد بڑی خالہ اور میرے کزنز آرہے ہیں اور آپ مینا توڑنے والوں کو جمع کرنے میں لگ گئیں ان کا کیا ہے یہ تو روزانہ ہی یہاں پائے جاتے ہیں۔" سونو نے کزنز پر زور دیتے ہوئے غصے میں شاہ کو گھورا۔

"بولی...... بولی...... شکر ہے کچھ تو بولی اب مزہ آیا نا ورنہ زندگی ویران ہوگئی تھی۔" شاہ کی ہنسی چھوٹ پڑی۔ کتنے دنوں بعد تو اس کا دیدار ہوا تھا آنکھوں کی پیاس بھلے بجھ گئی ہو مگر من کی پیاس کا کیا کرتا؟ وہ سبز لباس میں ویسے بھی غضب ڈھا رہی تھی، آنکھوں پر لائنر، گلابی لپ، مہکتے کھلے بال۔ شاید مہمانوں کی آمد کی وجہ سے اس طرح خود کو سجانے کا اہتمام کیا تھا ورنہ اول جلول حلیہ بنائے رکھتی۔

"ارے سونو! یہ میری مامی جان کا گھر ہے، جب تمہارے سسرال آؤں نا تو بھلے بھوکا ہی بھگا دینا۔" وہ 'جان' کہہ کر تھوڑا اس کے نزدیک ہوا اور شرارتی انداز میں ایک آنکھ دبائی۔ سونو نے سلگ کر اس کے آہنی بازو پر ایک مکا مارا۔

"آہ......" چوٹ لگنے پر خود ہی اپنا نازک سا ہاتھ دبا کر بیٹھ گئی۔ شاہ اس کی حالت کو انجوائے کرنے لگا۔

"غصے میں اور دلربا لگتی ہے۔" شاہ نے سوچا اور دلکش سی مسکراہٹ اس کے بھرے بھرے ہونٹوں پر ٹھہر گئی۔

"سونو! تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے، جو منہ میں آتا ہے بغیر سوچے سمجھے بول دیتی ہو۔ شاہ کو یہاں آنے کے لیے تمہاری پرمیشن کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس لڑکی کا کیا بنے گا؟" رخشی نے کوکنگ رینج کی آنچ دھیمی کی اور ہاتھ پونچھتی ہوئی مڑی۔ سونو کی کلاس لینے لگیں جو سر جھکائے منہ پھلائے کھڑی اپنے دوپٹے کا کونا مروڑ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں بچوں کی باتوں کو انجوائے کررہی تھی۔ مگر ابھی سونیا کو دبا کر رکھنا ضروری تھا ورنہ دردانہ آپا کے سامنے جانے کون سے گل کھلا بیٹھے۔

"ارے مامی کیوں پریشان ہورہی ہیں سسرال جا کر اچھے اچھوں کے کس بل نکل جاتے ہیں۔ آپ کی سونو بھی سدھر ہی جائے گی۔" شاہ نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے مزید جلانے کی سعی کی تو وہ پیر پٹختی ہوئی باہر نکل گئی رخشی نے بیٹی کو جاتے دیکھا اور شاہ کو تنبیہی نگاہوں سے دیکھا۔ وہ سر جھکا کر ہاتھ جوڑنے لگا۔

شاہ مراد کو ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ اس کے بے ضرر مذاق کو سونیا اس انداز میں لے گی تو وہ بھول کر بھی ایسی باتیں نہ کرتا۔

......☆☆☆......

"خالہ جی! مٹر پلاؤ اور آلو قیمہ تو پکا رہی ہوں خالو جی کے لیے بکرے کے گوشت کا اسٹو بھی بنادیا ہے، ان کو بہت مرغوب ہے نہ۔" سفینہ جوان لوگوں سے چھلے ہوئے مٹر لینے آئی تھی بتاتی ہوئی پیالہ لے کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ دردانہ کی سواری باد بہاری اپنے بڑے بیٹے زوہیب، اس کی بیوی سفینہ، پوتی اور چھوٹے بیٹے صہیب کے ساتھ کراچی میں اتری تھی۔

"آپا! آپ کی بہو سفینہ مجھے بہت پسند آئی۔ ماشاءاللہ سے خاصی سمجھدار اور سلیقہ شعور ہے، جب سے آئی ہے پورا کچن اکیلے ہی سنبھالا ہوا ہے، مجھے تو کام کرنے ہی نہیں دیتی۔ میں تو کہتی ہوں کے آپ بہت خوش قسمت ہیں ورنہ آج کل کی لڑکیاں تو سسرال میں کافی لیے دیئے سے رہتی ہیں چہ جائیکہ خالہ ساس کا گھر مگر وہ تو لگتا ہے اس خاندان میں جانے کب سے رچی بسی ہے۔ بس میں تو چاہتی ہوں میری سونو بھی ایسے ہی گن اپنا لے۔" رخشی کی نظریں سفینہ کا پیچھا کررہی تھیں ہنستی مسکراتی سفینہ انہیں بہت بھائی تو انہوں نے کھلے دل سے بہن کے سامنے اعتراف کرڈالا۔

"اے رخشی یہ تم اپنی سونو کا موازنہ نہ ہر ایک کے ساتھ

مت کرنے بیٹھ جایا کرو ہاں نہیں تو میری بھانجی کی تو بات ہی الگ ہے اور یہ سفینہ بس بہن...... دور کے ڈھول سہانے...... بڑی گھنی ہے اس کو تو عادت ہے دوسروں کی چاکری کر کے نمبر بڑھانے کی ورنہ مجھ سے پوچھو یہ میرا ہی دم ہے جو اس چاپلوس کے ساتھ گزارا کر رہی ہوں۔ بس بہن سیدھی ہوں نا اسی لیے سب اپنی مرضی چلا لیتے ہیں۔"

درِدانہ کو بہو کی تعریف بالکل نہیں بھائی بہن کو مکھن لگانے کے ساتھ ساتھ سفینہ کے بارے میں بھی مدح سرائی کی رخشی کو ان کے منہ سے ایسی باتیں سن کر دکھ ہوا۔ اگر وہ بڑی بہن کی مزاج آشنا نہ ہوتی تو شاید ان کی بات پر یقین بھی کر لیتیں مگر وہ تو خود ان کی زخمی تھیں۔

"آپا! پھر بھی مجھے تو وہ اچھی لگی اب دیکھیے نا آپ کی بڑی بہو گھر کو سنبھالنے والی ہے تو جب صہیب کی دلہن آئے گی تو وہ بھی اس کے نقش قدم پر چلے گی کیوں کہ جس گھر کی بڑی بہو ٹھیک ہو وہاں عموماً بعد میں آنے والی بہوؤں کو بھی گھر کے نظام میں اتنی مداخلت کا موقع نہیں ملتا۔" رخشی نے نرمی سے ان پر سفینہ کی خوبیاں عیاں کرنے کی کوشش کی تو درِدانہ نے منہ بنا کر سر جھٹکا۔

انہیں کراچی آئے ایک ہفتہ ہی ہوا تھا۔ دونوں بہنیں دھوپ میں تخت پر بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں۔

"ارے رخشی تم دیکھنا میری چھوٹی بہو تو بڑی پر بھی بھاری ہوگی۔" درِدانہ کا لہجہ معنی خیز تھا۔

"اچھا تو کیا صہیب کے لیے بھی لڑکی ڈھونڈ رکھی ہے؟" رخشی نے نئے آلوؤں کو چھری سے کھرچتے ہوئے سادگی سے پوچھا۔

"نہیں بہن ایک سفینہ کو غیروں سے لا کر بھر پائی اب چھوٹی تو اپنے میکے سے ہی لاؤں گی۔" درِدانہ کی بات نے رخشی کے اندر خطرے کی گھنٹیاں سی بجادیں۔

"کیا مطلب میں کچھ سمجھی نہیں؟" چھری رخشی کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔

"اے لو اتنی نا سمجھ تو تم کبھی نہیں تھی جوان بیٹی کی ماں ہو میں صہیب کے لیے سونیا کا ہاتھ مانگ رہی ہوں،

ویسے تو اسے لڑکیوں کی کمی نہیں پر میں نے سوچا کہ میری بھانجی ہوگی تو میرا خیال بھی زیادہ رکھے گی میں بھی اسے پلکوں پر بٹھا کر رکھوں گی۔ ویسے بھی صہیب نے تو جب سے سونو کو دیکھا ہے ضد لگا رکھی ہے کہ چھوٹی خالہ سے رشتے کی بات کریں۔" انہوں نے خوش دلی سے قہقہہ لگایا پر رخشی پھٹی پھٹی نگاہوں سے بہن کو دیکھنے لگیں۔

"آہ...... یا اللہ...... رحم لگتا ہے کہ میرا کوئی نیا امتحان شروع ہونے والا ہے؟" ان کی نگاہیں آسمان کی طرف مدد کے لیے اٹھیں۔

"ارے اس دفعہ تو میں کراچی آئی ہی بہت خاص مقصد سے ہوں۔ اپنے صہیب کے لیے تمہاری سونو کا ہاتھ مانگنا چاہتی ہوں۔" درِدانہ کی محبت کا پردہ جلد ہی چاک ہو گیا سونو جو ماں اور خالہ جانی کو چائے دینے آرہی تھی حیران ہو کر ان کی باتیں سننے لگی۔

"آپا! برا مت مانئے گا صہیب اچھا لڑکا ہے پر میں شاید آپ کو بتانا بھول گئی سونیا کی بات تو میری نند کے بیٹے شاہ مراد سے بچپن سے ہی طے ہے ہم لوگ تو جلد ان دونوں کی باقاعدہ منگنی کرنے کا سوچ رہے ہیں۔" اس نے سنبھل سنبھل کر بات بتائی۔

"اے واہ بہن! کردیا نا پرایا سونو کا رشتہ بھی طے کردیا مجھے ہوا بھی نہ لگنے دی۔ ویسے بھی ابھی رسم ہوئی تو نہیں نا انہیں منع کردو کوئی آفت نہیں آئے گی اب تو نے رشتے جوڑنے کا موقع تمہارے ہاتھ میں ہے سوچ لو اب یا تو نیا تعلق جڑے گا یا ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔" انہوں نے سفاکی سے کہا اور جذباتی بلیک میلنگ شروع کردی۔

"آپا! جو تعلق اتنی کچی بنیادوں پر جما ہو...... ان کا قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اب میں اپنے سسرال سے دشمنی تو نہیں مول سکتی رہی صہیب کی بات میں خود اس کا رشتہ کسی اچھی لڑکی سے کروادوں گی۔" رخشی نے بہن کا ہاتھ تھام کر لجاجت سے کہا جسے درِدانہ نے ناراضی سے چھڑا لیا شاید درِدانہ کے ذہن میں وہ ہی برسوں پرانی رخشندہ تھی۔ جوان کے ذرا سے غصہ پر دبک جاتی تھی مگر وہ بھول گئیں تھیں کہ

وقت ایک سا نہیں رہتا اب تو پلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا تھا۔

"بس بہن رہنے دو دیکھ لی تمہاری محبت تم ہمیشہ ان لوگوں سے دب کر رہتا رہی صہیب کے لیے لڑکی ڈھونڈنے کی بات تو میں سالوں سے یہ ہی کام کررہی ہوں لاہور میں میرا بہت بڑا امیرج بیورو ہے سفینہ کو بھی تو میں نے ہی پسند کیا تھا جس کی تعریف کرتے تمہاری زبان نہیں ٹھہر رہی میرے صہیب کو بھی کمی نہیں ہوگی۔ خیر میں جب تک کراچی میں ہوں سوچ لو ویسے بھی ابھی رسم ہوئی تو نہیں اگر تم میں ہمت نہیں تو میں اس معاملے میں خود ظفر میاں سے بات کرنے کو تیار ہوں۔" وہ جوش میں ہوش کھو بیٹھیں زور وشور سے بہن پر برس پڑیں۔

"آپ ان سے کوئی بات مت کیجیے گا مجھے ہی کچھ سوچنے دیں۔" رخشی کا چہرہ اتر گیا دردانہ آج بھی پہلے جیسی تھیں۔ مفاد کی ماری رخشی نے فی الحال اسے ٹالنے کے لیے ایسا بول دیا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ بات شوہر کے کانوں تک پہنچے۔ وہ جو بڑی آپا! بڑی آپا کر کے انہیں اتنی عزت دے رہے ہیں وہ ان سے بھی جائیں۔ دردانہ بہن کو سوچوں میں گم دیکھ کر وہاں سے دھیرے سے اٹھ گئیں۔

سونو ٹرے تھامے حیران و پریشان کھڑی نظر آئی تو دردانہ نے جلدی سے گرمجوشی کے آنسو بہاتے ہوئے اسے بھینچ لیا۔ سونیا بھی بڑی خالہ سے چمٹ گئی۔ ننھیالی رشتوں کے لیے ترسی ہوئی سونیا کو ماں کا انداز بہت برا لگا تھا وہ خالہ کی محبت سے بڑی متاثر نظر آئی۔

"بڑی خالہ کتنی اچھی ہیں مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں۔ صہیب بھائی بھی کتنے سنجیدہ مزاج اور اسمارٹ ہیں کم از کم شاہ جیسے بدتمیز تو نہیں کیا مضائقہ ہے جو میں خالہ جانی کے گھر بیاہ کر چلی جاؤں وہ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں پھوپو کی طرح نہیں کہ ہر وقت کی نصیحتیں۔ سفینہ بھابی بھی کتنی اچھی ہیں۔" شاہ سے تازہ تازہ منہ ماری ہوئی تھی اسی لیے سوچیں گڈمڈ ہونے لگیں۔ چائے کے کپ میں جھانکتے ہوئے اس نے اپنے اندر بھی جھانک لیا اور بھولپن سے مسکرادی کم عمری نے اسے دنیا کو پہچاننے کی صلاحیت ہی کہاں بخشی تھی۔ اس پر دردانہ کا ہر وقت کا محبتیں نچھاور کرنا اس کی روح کو جیسے اندر تک سیراب کر گیا۔

......☆☆☆......

سونیا بی بی کن کاموں میں لگی رہتی ہیں دو گھڑی ہمارے پاس بھی بیٹھ جائیں۔" صہیب نے مسکرا کر ٹیبل کا شیشہ چمکاتی سونیا کو آواز لگائی' اتنا پیسہ ہونے کے باوجود بھی رخشندہ کا دماغ خراب نہیں ہوا تھا' گھر کے اکثر کام وہ خود کرتیں اور یہ ہی عادت انہوں نے بیٹی کو بھی سکھائی تھیں۔ زوہیب جو بھائی کے پاس ہی بیٹھا چائے پی رہا تھا مسکرا اٹھا۔

"جی بولیے کوئی کام تھا؟" سونیا خوش دلی سے بولی۔ اسے اپنا یہ کم گو لیے دیے سے رہنے والا کزن برا نہیں لگتا تھا جو کتابوں میں کھویا رہتا' شاہ کی طرح نہیں' جانے کیا بات تھی اتنا چڑنے کے باوجود اس کی ہر بات کی تان شاہ پر ہی آ کر ٹوٹتی نہیں یہ محبت تو نہیں' اس نے خود کو ٹٹولا پھر سر جھٹک کر صہیب کے پاس جا بیٹھی۔

"جناب! یہ بتایئے شاعری وغیرہ سے بھی کوئی دلچسپی ہے؟" صہیب نے خوش گوار ماحول کا لطف اٹھاتے ہوئے تازہ سانس اپنے اندر کھینچی اور مسکرا کر بولا۔ خالہ جان کا گھر کتنے اچھے علاقے میں ہے بڑے سے لان میں لہلاتے پھولوں کے پودے آنکھوں کو تراوٹ بخشتے ایک ان کا گھر گلی میں گھستے ہی گٹر کی بدبو سے دماغ سڑنے لگتا۔

"خیر شادی کے بعد تو میں اوپر والی منزل میں شفٹ ہو جاؤں گا انسان کی اپنی پرائیوسی بھی کوئی چیز ہے۔" صہیب کا دماغ تیزی سے منصوبہ بندی کرنے لگا اور اس نے فخر سے سر اٹھا کر سنہری بارڈر والی سنگ مرمر کی سیڑھیوں کو دیکھا جو اوپری منزل پر جا کر گم ہوگئیں تھیں۔

"جی بس اچھے شعر کو سننے کی حد تک' بہت گہرائی میں نہیں جاتی۔" اس نے بے پروائی سے کہا صہیب اپنی سوچوں سے باہر آیا تو دل سونیا کے معصوم حسن پر فدا ہونے لگا مدہوش ہو کر اسے یک ٹک دیکھنے لگا۔

"صہیب! دیکھو سونیا کچھ کہہ رہی ہے۔" زوہیب کی نگاہیں ان دونوں پر ہی لگی تھیں بھائی کو عین وقت پر پکارا تو وہ ہوش و حواس کی دنیا میں لوٹ آیا۔

"کیا کہہ رہی ہو؟" وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

"ہماری گڑیا کو شعر و شاعری سے کچھ خاص لگاؤ نہیں۔" زوہیب نے دانت پیس کر بھائی کو دیکھا اور کمک فراہم کی۔

"اچھا چلو کوئی بات نہیں اچھی لگنے لگے گی۔" صہیب نے بالوں میں خاص ادا سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بالکل اب تم شعر و شاعری میں دلچسپی لینا شروع کردو ورنہ بعد میں مشکل ہوجائے گی ہمارا صہیب کا اس معاملے میں ذوق بہت اعلیٰ ہے۔" زوہیب نے فوراً ہی ایک جھوٹ گھڑا اور بھائی کو آنکھ مارتا ہوا بیٹی کو گود میں اٹھا کر ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گیا تاکہ دونوں تنہائی میں بے تکلف ہوسکیں وہ اس کھیل کا پرانا کھلاڑی جو ٹھہرا۔

"یہ زوہیب بھائی کو کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نا ان کی؟" سونیا نے منہ بگاڑا بڑی خالہ کی بات اس کے کانوں میں پڑ چکی تھی مگر وہ انجان بن گئی۔

"ارے کچھ نہیں ان کی تو عادت ہے مذاق کی۔" اس کے تیکھے تیوروں سے صہیب گھبرا اٹھا وہ بنتی بات بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

"خیر ہمیں کراچی آئے ہوئے کافی دن ہوگئے مگر آپ کیسی میزبان ہیں کہ گھمایا پھرایا بھی نہیں۔" صہیب مطلب کی بات کی طرف آیا اسے ویسے بھی گھومنے پھرنے کا بہت شوق تھا پھر خالو کی بڑی سی گاڑی میں بیٹھنے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔

"ہونہہ یہ تو ہے چلیں، پھر بناتے ہیں ایک پروگرام آپ بھی کیا یاد کریں گے کہ کس سخی کزن سے پالا پڑا ہے۔" وہ ہنس دی۔ صہیب کو لگا کہ آس پاس جلترنگ سے بج اٹھے ہوں وہ اس کی ہنسی میں کھونے لگا۔

"ارے..... سونو! ذرا ناشتے میں میری مدد کروانا۔" سفینہ کسی کام سے باہر آئی تو صہیب کو یوں سونیا کے قریب بیٹھا دیکھ کر اس کا دل دھڑکا ذہن میں فوراً شکرے اور چڑیا کا خیال آیا بہانے سے اسے بلالیا۔ وہ صہیب کو اچھی طرح سے جانتی تھی جسے گلی کی ہر دوسری لڑکی سے عشق ہوجاتا تھا جھوٹا، سطحی، خودغرض انسان جو ایک خوب صورت جسم کو ہی پیار کا محور سمجھتا تھا۔

جب سے سفینہ کراچی آئی اسے سونیا اور رخشی نے اتنی عزت اور مان دیا وہ بھولی بھالی سی نیک روحیں کیا جانیں کے پل بھر میں کیسی کیسی سازشیں پروان چڑھ جاتی ہیں۔

"اف میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلانے کے لیے سونیا جی آپ کا خیال بھی کافی ہے۔" صہیب نے اسے بھابی کی پکار پر جاتے دیکھا تو سرشاری سے انگڑائی لی۔

"اس منحوس کا کیا کروں جو سونو تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے؟" ایک دم شاہ مراد کا مسکراتا چہرہ نگاہوں میں گھوما تو ہاتھ فضاء میں ہی ٹھہر گئے۔ صہیب نے مسکراتے لبوں کو سختی سے بھینچا اچھائی کا خول چٹخنے لگا تنہائی میں اپنے اوپر نقاب چڑھانے کی ضرورت ہی کیا تھی دل ہی دل میں عادت کے مطابق شاہ مراد کو بری بری گالیوں سے نوازنے لگا۔

..... ☆☆☆ .....

"کیا حال ہے بھابی، بہن کیا آئیں آپ نے تو ہم لوگوں کو بھلا ہی دیا۔" حمیرا رخشی اور سونیا کو دیکھ کر کھل اٹھی۔ شگفتگی سے مذاق کیا جو سونیا کو طنز لگا وردانہ کے زیر سایہ رہ کر اپنوں کے لیے اس کی سوچوں میں بھی آلودگی سی جھلکنے لگی تھی۔

"واہ! تم اور شاہ کو کیسے بھلا سکتی ہوں۔ بس وہ مہمانوں کی وجہ سے مصروفیت بڑھ گئی۔ آج آپا سب کو لے کر اپنی کسی ملنے والوں کی طرف نکلی تو میں جلدی سے تیار ہوکر یہاں آگئی۔" رخشی نے محبت سے نند کو گلے لگا کر چوما۔

"سونو بیٹا! کیا سوچ رہی ہو بیٹھو نا؟" حمیرا نے سونیا کو سوچوں میں گم پایا تو بولی۔

"بیٹا! پہلے ایسا کرو ڈرائیور سے سامان نکلوا کر کچن میں

رکھواؤ اور پھر بوا سے اچھی سی چائے بنوا کر ساری چیزیں پلیٹوں میں رکھ کر لے آؤ۔" رخشی نے اسے ست سا بیٹھے دیکھا تو فوراً ہی اٹینشن کیا۔ وہ یہاں آنے کو بالکل تیار نہیں تھی رخشی زبردستی لے کر آئیں تھیں۔

"سونو بوا تو چھٹی پر ہیں تم لوگ بیٹھو میں چائے بنا لاتی ہوں۔" انہوں نے اندر کی طرف بڑھتی سونیا کو دیکھا تو پیار سے پکارا۔

"ارے نہیں بھلا سونیا کے ہوتے ہوئے تم کیوں چائے بناؤں گی بیٹھ جاؤ۔" رخشی نے نند کا ہاتھ تھام کر دوبارہ صوفے پر بٹھایا۔

"بھابی! خیریت تو ہے..... کیا کیا بنا لائیں؟" حمیرا نے مسکرا کر پوچھا اپنوں کو دیکھ کر موڈ ایک دم خوش گوار ہو گیا تھا۔

"کچھ خاص نہیں میں نے آج اسپیگٹی اور اسپرنگ رول بنائے تھے جانتی ہوں کہ شاہ کو بہت پسند ہیں بس اسی لیے سب اٹھا کر گاڑی میں رکھوایا اور آ گئی۔" رخشی کا انداز اور خلوص بناوٹ سے اتنا پاک ہوتا کہ حمیرا بھی کبھی کبھی بھائی کی قسمت پر رشک کرتی۔

"وہ آئیں گھر میں ہمارے..... کبھی ہم ان کو کبھی اپنے غریب خانے کو دیکھتے ہیں۔" شاہ مراد بوا کو چائے کا کہنے کچن میں داخل ہوا تو سرخ کرتے اور بلیک ٹراؤزر میں سونیا کو چائے کا پانی رکھتے دیکھا۔ اس کی تو دل کی کلی کھل اٹھی۔

"ویسے اس کو غریب خانہ کہتے ہیں تو محل کیا ہوں گے؟" سونیا نے ادھر ادھر نظر دوڑا کر اس شاندار چمکتے کچن کو دیکھا جس کے کیبنٹ کی ووڈ کی چمک اپنی قیمت خود بتا رہی تھی مراد احمد نے اپنے گھر کو ہر مہنگی سے مہنگی اور قیمتی اشیاء سے سجایا تھا وہ سر کھجانے لگا۔

ہا..... ہا..... اب محل ہے یا جھونپڑا تمہارا ہی ہے۔ اس کی اصل قیمت تو اس وقت پتا چلے گی جب میری سونو کے قدم یہاں پڑیں گے۔" شاہ نے اس کے طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے پیار سے کہا اتنے دنوں بعد دیکھا تو لگا آنکھوں کی روشنی لوٹ آئی ورنہ دنیا اندھیری سی لگنے لگی تھی۔

"بس..... بس..... اپنا منہ دھو ہی رکھو میری جوتی کو بھی یہاں آنے کا کوئی شوق نہیں۔" سونیا نے اس سے نگاہیں ملائے بغیر پانی میں چائے کی پتی ڈالتے ہوئے سختی سے جواب دیا یہ جانے بغیر کے اس کی بات نے شاہ مراد کے دل کو کیسا زخمی کر دیا۔ وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا اور دونوں ہاتھوں کو کاؤنٹر پر اس طرح رکھا کے وہ اس کے گھیرے میں پھنس کر رہ گئی۔

"مس سونیا ظفر آنا تو آپ کو اسی گھر میں ہے اگر مجھ سے جدا ہونے کا کوئی خیال آپ کے دماغ کے آس پاس بھی بھٹک رہا ہو تو اسے فوراً جھٹک دیں میرا تعلق ایک غیرت مند خاندان سے ہے ہم اپنی عورتوں کے معاملے میں بہت حساس واقع ہوئے ہیں آپ کو چھوڑ دینے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" شاہ مراد کی آنکھیں سرخ انگارہ ہو گئیں۔ سونیا گھبرا کر کسمانے لگی مگر اپنی جگہ چھوڑنے کی ہمت نہ کر سکی۔

"شاہ مراد! تم خود کو سمجھتے کیا ہو؟ میں تمہاری زر خرید لونڈی ہوں جو تمہارے اشاروں پر چلوں گی۔" سونو نے چبا چبا کر کہا۔

"آ..... آ..... ابھی میری بات ختم نہیں ہوئی تم مجھے اس وقت سے پیاری ہو جب مجھے پیار کا مطلب بھی پتا نہیں تھا۔ منگیتر والی بات تو مجھے ابھی پتا چلی ہے اب تو پیار اور غیرت دونوں ہی جذبے تمہاری آزادی کے بیچ میں حائل ہیں۔ میرے سوا کسی اور کی بنادی جاؤ یہ میں کبھی ہونے نہیں دوں گا۔ یقین نہ ہو تو آزما لو اٹس مائی چیلنج۔" شاہ مراد کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی۔

"تمہاری بات 'میں' سے شروع ہو کر 'میں' پر ہی کیوں ختم ہو جاتی ہے اگر یہ ہم دونوں کی زندگی کا معاملہ ہے تو صرف تمہاری مرضی کیوں؟ میں کچھ نہیں شاہ مراد صاحب ٹھیک ہے کر لیجیے زبردستی پھر یہ جسم تو

اس گھر میں آئے گا پر میری روح بہت پیچھے رہ جائے گی۔" سونیا کو اس کی محبت بھی دھونس اور دھمکی لگی وہ اس کی محبت کو سمجھ ہی نہیں پائی تھی۔

"اتنی بے زار ہو مجھ سے؟" شاہ مراد کی آنکھوں میں اچانک نمی اتر آئی وہ جھٹکے سے وہاں سے ہٹا اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا سونیا وہیں کاؤنٹر پر سر ٹکا کر بری طرح رو دی۔ انسانی فطرت بھی عجب تغیرات کا مجموعہ ہے۔ حاصل محبت کو نظر انداز کر کے لاحاصل چیزوں کے پیچھے بھاگتا رہتا ہے، شاید مغالطے میں رہنا اسے پسند ہوتا ہے تب ہی تو سونیا بھی لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھی رہی دل کی آنکھ سے دیکھتی تو شاہ کی محبت کی سچائی پر ایمان لے آتی۔

......☆☆☆......

"کیا بات ہے، ہماری سونیا گڑیا کیوں اداس لگ رہی ہے۔" وردانہ نے سونیا کے برابر بیٹھ کر پیار سے پوچھا، جو کتابیں اپنے سامنے پھیلائے کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ شاہ مراد نے اسے، بہت ہرٹ کیا تھا۔ اس دن کی لڑائی کے بعد سے دونوں میں بات چیت بھی بند تھی۔

"کچھ نہیں خالہ جانی! بس پڑھتے پڑھتے سر میں درد ہونے لگا تو یہاں آ گئی۔"

"اچھا یہاں آؤ میں بالوں میں تیل لگادوں۔ ایسا مساج کروں گی کہ سارا درد بھاگ جائے گا، بچپن میں تمہاری ماں کے کرتی تو وہ فریش ہوجاتی تھی۔ یہ تو بس رخشی کے سسرال والوں کی وجہ سے بیچ میں دوریاں حائل ہوگئیں۔" انہوں نے تیل کی بوتل کھول کر اس کے سر پر مساج کرتے ہوئے جھوٹ گھڑا۔ اس بات پر تو پورے گھر کو کمال حاصل تھا۔

"وہ ہی تو بڑی خالہ میری ساری سہیلیاں اپنے ننھیال والوں کے قصے سناتی ہیں تو میرے پاس بتانے کو کچھ ہوتا ہی نہیں۔ بس حسرت سے ان سب کا منہ تکا کرتی۔" اس کی آواز گلوگیر ہوگئی وردانہ کا شاطر دماغ فوراً کام میں لگ گیا۔

"میری بچی! ایسا ظلم...... پر تم ظفر میاں سے کہہ کر ٹکٹ کراتی اور لاہور آجاتی مگر شاید تمہیں غریب خالہ سے ملنے میں شرم محسوس ہوتی ہوگی۔ اپنی ماں کی طرح۔" وردانہ نے فوراً اس کے جذباتی پن کا فائدہ اٹھا کر بے پر کا کوا بنایا۔ موقع جو مل گیا پھر کیوں نہ فیض یاب ہوتیں۔ ویسے بھی رخشی ظفر اقبال کے ساتھ کسی کام سے باہر گئیں ہوئی تھی میدان صاف دیکھ کر وہ کود پڑیں۔

"نہیں خالہ جانی! آپ غلط سوچ رہی ہیں۔ ہمارے گھر میں کوئی ایسا نہیں سوچتا نہ ہی مما۔" سونو نے فوراً ہی مڑ کر خالہ کو دیکھا اور ماں کی حمایت کی۔

"اے میں یہ کب کہہ رہی ہوں کہ وہ ایسا سوچتی ہے۔ وہ بیچاری تو بہت اچھی ہے پر اسے سسرال میں گزارا بھی تو کرنا ہے۔" سونیا کے بے ضرر سے اعتراض پر وردانہ نے فوراً پینترا بدلا۔

"بڑی خالہ! میں سمجھی نہیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟" اس نے مڑ کر بغور وردانہ کو دیکھا۔

"بچے! برا مت ماننا تمہاری پھوپی حمیرا بہت تیز ہے اور شاہ مراد اس سے بھی چار ہاتھ آگے۔ رخشی نے تو تمہیں کبھی بتایا نہیں ہوگا اور نہ ہی تم اس سے پوچھنا پر حمیرا نے ساری عمر میری بہن کو غریب میکے کا طعنے دیا اسے اپنے بھائی کی دولت کا شروع سے بہت زعم تھا میری بہن بیچاری کیا کرتی، اپنا گھر بچانے کے لیے مجھ سے ملنے سے معذرت کرلی ارے تمہارے ددھیال والوں نے اس کے دل پر بہت گھاؤ ڈالے مگر وہ وفا شعار بندی منہ سے اف نہ نکالا سر جھکا کر گزارا کیا وہ تو ان لوگوں کے دباؤ میں اس قدر رہتی ہے کہ اگر میں ابھی بھی ان لوگوں کے خلاف کچھ منہ سے نکالوں تو الٹا مجھ سے ہی لڑ بیٹھے گی۔" وردانہ نے بھانجی کے بھولے پن کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کی سوچوں کا رخ منفی سمت پر موڑ دیا۔ سونیا کنفیوز سی انہیں تکے گئی کبھی لگتا کہ حمیرا پھوپو ایسی نہیں کبھی سوچتی بڑی خالہ کہہ تو صحیح رہی ہیں۔ جب ہی تو شاہ کے رشتے والے معاملے پر اس کی ماں بیٹی کی جگہ ان لوگوں کا ساتھ دیتی ہے۔ وردانہ نے بیج بو دیا اس کا کام ختم سونیا کو سوچوں میں

غم پا کر مسکرا دیں۔

''نہیں بڑی خالہ! شاہ مراد اور پھوپو ایسے نہیں ہیں۔''
وہ کچھ بھی سوچتی پر دل کا ایک کونا ابھی بھی ان لوگوں کی حمایت کررہا تھا۔اس سے قبل کے دردانہ اور فساد پھیلاتی' دروازہ کھلا وہ دیک کر مستعدی سے مساج کرنے لگیں۔

''ارے واہ بھئی خالہ اور بھانجی میں بڑے لاڈ ہورہے ہیں؟'' ظفر اقبال سامان سے لدے پھندے ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئے تو دردانہ کو سونیا کے سر کا مساج کرتا دیکھ کر چہکے۔

''ہاں بھیا! ہم تو محبت والے لوگ ہیں پیسہ کوڑی تو ہے نہیں پیار محبت ہی بانٹنے آگئے تمہیں بہت زحمت دے رہے ہیں اب واپسی کا سوچ رہی ہوں۔'' دردانہ نے مسکرا کر بہنوئی سے لجاحت سے کہا رخشی جوان کے پیچھے اندر داخل ہوئی تھی' بہن کے جانے کا سن کر دل ہی دل میں خوش ہوئی کہ کوئی طوفان لانے سے پہلے آپا نے واپسی کا تو سوچا ورنہ تو اس کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔

''یہ کیا آپا! ہمیں غیر سمجھتی ہیں اتنے سالوں بعد تو آئی ہیں ابھی تو میں آپ کو بالکل جانے نہیں دوں گا خیر یہ لیجیے میں نے اپنی آپا کے لیے یہ تین سوٹ خریدے ہیں امید ہے کہ پسند آئیں گے؟'' ظفر اقبال نے رخشی کے کچھ کہنے سے قبل ہی ان کے جانے کا پروگرام ملتوی کردیا خوش دلی سے مسکراتے ہوئے' شفون کے قیمتی سوٹ ان کی گود میں رکھے رخشی کے چہرے پر پھیلی مایوسی دردانہ کو مزہ دے گئی۔
وہ کون سا سچ مچ جارہی تھیں۔ابھی تو ان کا پلان ادھورا تھا سوٹ دیکھ کر ان کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی تھی ظفر اقبال کو دعائیں دینے۔

☆☆☆......

''رخشی خالہ! آجاؤں اندر؟'' سفینہ مسکراتی ہوئی رخشندہ کے کمرے میں داخل ہوئی جو اپنی الماری ٹھیک کررہی تھی۔

''ہاں......ہاں......سفینہ آؤ نا اپنوں کو اجازت کی کیا ضرورت؟'' وہ خوش دلی سے مڑی اور صوفے پر سے کپڑے بیڈ پر رکھ کر سفینہ کے لیے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

خالہ! آپ اور سونیا مجھے بہت اچھی لگیں اوروں سے بالکل مختلف بے غرض......بے ریا۔'' رخشی کو اس کا لہجہ کھی سا لگا وہ کچھ کچھ سمجھ گئی۔

''ہونہہ......آپا شروع سے ہی کچھ الگ مزاج کی ہیں ابھی شروع شروع کی بات ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ تمہارے ساتھ سیٹ ہوجائیں گی ویسے بھی میری ایک بات پلو سے باندھے رکھنا یہ مشرقی عورت ہی ہے جسے دکھ جھیلنے کا سلیقہ ہوتا ہے ان درختوں کی طرح جو دھوپ کی سختی جھیل کر بھی اپنے نیچے بیٹھنے والوں کو سایہ فراہم کرتے ہیں بالکل اسی طرح ہماری عورتوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہی گھرانے جڑے رہتے ہیں۔'' رخشی نے بظاہر اس کی دل جوئی کے لیے نصیحتیں کی ورنہ وہ جانتی تھی کہ آپا کے ساتھ گزارا کرنا ایسا سہل نہیں۔

''چھوڑیں خالہ! میری قسمت میں جو برائی لکھی تھی وہ مجھے مل گئی مگر سونو......'' ابھی اس نے یہ ہی بولا تھا کہ دردانہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی اور سفینہ کا رنگ فق ہوگیا۔

آیئے نا آپا! بیٹھیے میں نے سفینہ کو بلایا تھا مشورہ کرسکوں کہ پنک پر کون سے کپڑے پہنوں؟'' رخشی نے دردانہ کا لال بھبوکا چہرہ اور سفینہ کو گھبراتا دیکھ کر جلدی سے بات بنائی۔

''ہاں کیوں نہیں بھلا مجھے کیا اعتراض ہوگا پر مجھے بھی ابھی سفینہ سے بہت ضروری کام ہے۔'' انہوں نے دونوں کو گھور کر دیکھا۔

''چلو کوئی نہیں میں یہ بادامی کرتا شلوار پہن لوں گی تم جاؤ دیکھو انہیں کیا کام ہے؟'' رخشی نے نرمی سے کہا اور سفینہ کو آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دی۔

''بہو! ذرا میرے کمرے تک چلنا۔'' انہوں نے کچا چبا جانے والی نگاہوں سے دیکھا بناوٹی لگاوٹ دکھائی۔

''جی چلیے۔'' سفینہ کے منہ سے مری مری آواز نکلی وہ فوراً ان کے پیچھے سر جھکا کر چل دی رخشی کو شبہ سا تھا جیسے

وردانہ کو اس کا اور سفینہ کا تنہائی میں بات کرنا پسند نہیں۔ پہلے بھی وہ ان دونوں کو بات کرتا دیکھ کر چوکنا ہو جاتیں۔ اکیلا نہ چھوڑتی۔ اکثر بیچ میں کود پڑتیں آج ان کے اندازوں کی تصدیق ہوگئی مگر کیوں؟ رخشی حیران ہوئیں۔

......☆☆☆......

کیا بات ہے امی کن سوچوں میں گم ہیں؟" شاہ نے ڈائننگ ٹیبل پر رکھی فروٹ باسکٹ میں سے ایک سیب اٹھا کر کھاتے ہوئے ماں سے سوال کیا۔

"پتا نہیں مجھے تو رخشی اور سونیا کی سمجھ نہیں آرہی؟" اسے حمیرا بہت چڑی ہوئی لگیں ٹھنڈی سانس بھر کے اوپر کی طرف دیکھا۔

"کیوں اب کیا ہوگیا؟" شاہ نے ماں کے پیچھے کھڑے ہو کر کاندھے دبانا شروع کردیا۔

"ارے ہونا کیا ہے، آج مجھے سونیا کو ساتھ لے کر شاپنگ پر جانا تھا تیاریاں پوری ہو تو رسم کی تاریخ رکھی جائے مگر صبح ہی تمہاری مامی کا فون آگیا کہ سونیا اپنی خالہ کی فیملی کے ساتھ پکنک پر جارہی ہے اس لیے شاپنگ پر نہیں جائے گی تو آج کا پروگرام کینسل کردیں۔" انہوں نے تفصیل بتائی تو شاہ کے دل پر کانٹا سا چبھا پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ اس کے ماموں کے گھر کوئی پروگرام بنا پر اسے خبر نہیں۔

"او...... ہاں پتا ہے سونو کی کال تو آئی تھی جانتی ہیں نا کتنا بھلکڑ ہوگیا ہوں۔" شاہ نے ماں سے نظریں چراتے ہوئے بات بنائی ورنہ آج اس نے آفس سے چھٹی ہی اس لیے کی تھی کہ وہ ان دونوں کو شاپنگ پر لے کر جائے گا۔ حمیرا اماں تھیں بیٹے کی بدلتی رنگت بھانپ افسردہ ہوگئیں پیچھے پر جی بھر کر غصہ آیا۔

"شاہ! ادھر آ کر بیٹھو میری بات غور سے سنو۔" انہوں نے بیٹے کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے برابر والی کرسی پر بٹھایا پیار سے ماتھے پر گرے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"جی امی! بولیے۔" وہ ماں کی محبت پر زیر لب مسکرایا۔

"بیٹا! مجھے سونو بہت پیاری ہے مگر تم سے زیادہ نہیں بھلا اس طرح سے زندگی کی گاڑی کیسے چلے گی؟ ہمیشہ شادی اس سے کرنی چاہیے جو تمہیں چاہے زندگی مسرتوں سے بھر جاتی ہے ورنہ وہ ہی حال ہوتا ہے جو تمہارا ہورہا ہے۔ اس بارے میں اچھی طرح سے سوچ لو ابھی بھی دیر نہیں ہوئی۔" انہوں نے بڑی سنجیدگی سے بیٹے کو دبے لفظوں میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"دیر تو ہو چکی ہے امی! اب تو یہ مرض ناقابل علاج ہے۔" اس نے سینہ مسلتے ہوئے بے قراری سے کہا حمیرا نے بیٹے کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ سفید ٹی شرٹ اور بلیو جینز میں اونچا لمبا اس کی وجاہت نظر انداز کی جانے والی تو نہیں لیکن شاید سونو کو شاہ کی محبت بن مانگے مل گئی جب ہی اس نے قدر نہ جانی۔

"تم اس کی خاطر کتنا بھی جھوٹ بولو مجھے سب خبر رہتی ہے اس دن بھی جب وہ لوگ یہاں آئے اس لڑکی نے جانے ایسا کیا کہا کہ تم تیزی سے گاڑی بھگاتے جانے کہاں نکل پڑے۔ وہ بھی رخشی کو لے کر فوراً واپس چلی گئی۔ میں کوئی بچی نہیں ہوں جوان ہاتوں کو نہ سمجھوں بالشت بھر کی لڑکی نے نچایا ہوا ہے اپنے معاملات سدھار لو ورنہ...... جس دن میرا دماغ خراب ہوا میں ظفر بھائی سے بات کرنے پہنچ جاؤں گی۔" جوان بیٹے کی بے چارگی پر ان کا مزاج ابلتے پانی جیسا ہوگیا۔ شاہ کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے بات ماموں تک جانے کا مطلب کچھ بھی ہوسکتا تھا وہ سونیا کے معاملے میں کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔

"پلیز امی! مجھے ایک بار سونو سے بات کرلینے دیں اس کے بعد بھلے آپ ماموں سے بات کرلیجیے گا۔" اس نے ماں کے کندھے دباتے ہوئے انہیں ٹھنڈا کرنا چاہا۔

"ٹھیک ہے مگر یہ بات یاد رکھنا زبردستی قائم کیے جانے والے رشتے ناپائیدار ہوتے ہیں ویسے بھی میرے بیٹے میں کوئی کمی نہیں جو ہر وقت اپنی تذلیل کرواتا پھرے یا تو سونو سدھر جائے ورنہ میں جا کر خود ہی یہ رشتہ ختم کردوں گی۔" انہوں نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔ لہجے کی سختی نے شاہ مراد کو اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا اس نے ہمیشہ یہ ہی محسوس

کیا جیسے اس کی روح کے تار سنو کی محبت سے جڑے ہوئے ہیں اس کے بغیر جینے کا تصور بہت پھیکا اور اتنا بے رنگ لگتا۔ شاہ نے ایک جھرجھری لی اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل گیا۔

......☆☆☆......

''بات سنو بی بی! جو ماں سے زیادہ پیار جتائے، پھاپھا کٹنی کہلائے اگر میری بہن اور بھانجی کے لیے تمہارا کلیجہ پھڑک رہا ہے یا ان کی ہمدردی میں پاگل ہوئی جارہی ہو تو مجھے علاج کرنا آتا ہے اچھی طرح سے جانتی ہونا؟'' دردانہ نے کمرے میں داخل ہوتے ہی سفینہ کو بستر پر دھکیلا اور اس پر چھپٹی ثوبیہ جو بستر پر لیٹی فیڈر پی رہی تھی سہم گئی۔

''اماں! وہ میں تو بس خالہ کی مدد کررہی تھی۔'' سفینہ کے منہ سے بے ربط جملے نکلے۔

''بس...... بس سب جانتی ہوں زیادہ دوسروں کی بھلائی میں ہلکان ہوئی تو خود پر ترس کھانے کے قابل بھی نہیں چھوڑوں گی۔'' دردانہ نے ہاتھ اٹھا کر اس کی بات کاٹی۔ سفینہ چپ ہوگئی، جگ بیتی تو انسان بھول سکتا ہے من بیتی بھولنا بہت مشکل ہوتا ہے اس نے تو پانچ سال جیسے کانٹوں پر گزارے تھے۔

''اماں! رخشی خالہ اتنی اچھی ہیں اور سونیا تو ابھی بہت ہی کم عمر اور معصوم ہے میں کہہ رہی ہوں کے صہیب کو تو کئی اور لڑکیاں مل جائیں گی۔'' اس کی شادی شاہ سے ہونے دیں۔'' اس نے دردانہ کو خاموش دیکھا تو مکھن لگاتے ہوئے سمجھانا چاہا مگر دردانہ نے دانت کچکچا کر اس کا ہاتھ مروڑ دیا۔

''آہ...... اماں...... پلیز میرا ہاتھ تو چھوڑیں۔ بہت درد ہورہا ہے۔'' اس کے منہ سے سسکاری نکلی مگر دردانہ کی گرفت اس کی نازک کلائی پر اور سخت ہوگئی۔

''لڑکی اپنے جامے میں رہو مجھے زوہیب نے سب بتادیا ہے تو صہیب اور سنو کی شادی کی بڑی مخالفت کررہی ہے اگر رخشی سے کچھ کہا تو چوٹی سے پکڑ کر گھر سے نکالنے میں دیر نہیں کروں گی ویسے بھی تم جیسیوں کا کوئی دوسرا ٹھکانا کہاں ہوتا ہے؟'' دردانہ نے دھیمی آواز میں دھمکی دی۔

''میری بات مان لیجیے میں تو غیر بھی سنو تو آپ کی بھانجی ہے پلیز اس کا پیچھا چھوڑ دیں۔'' اس نے لجاحت سے منت کی۔

''دنیا کے بازار میں اپنے لیے خود سے بر تلاش کرنے والی لڑکیوں کے منہ سے نصیحتیں مزہ نہیں دیتیں اس لیے میرے اور سونیا کے معاملے سے دور ہی رہو یہ ہی تمہارے حق میں بہتر ہے ورنہ جتنی ستی ساوتری بن کر رخشی کے سامنے پیش ہوتی ہونا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دوں گی۔ منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑوں گی۔'' دردانہ جب بدلحاظ ہوتی تو انتہا کو پہنچ جاتیں۔

''اماں! سوچ سمجھ کر بولیے بات کھلی تو سارے چہرے ہی بے نقاب ہوجائیں گے پھر کیا میں اور کیا آپ؟ سب ایک ہی قطار میں کھڑے نظر آئیں گے میرا تماشہ بنانا ہو تو خود تماشہ بننے کے لیے بھی تیار رہنا۔'' سفینہ بھی اذیت کی انتہاؤں پر پہنچ کر بولی۔

''بکواس بند کرو بڑی چلی ہے مجھے سکھانے ارے مجھے جانتی ہونا؟ ثوبیہ کو یتیم خانے میں پھنکوادوں گی بچی کی صورت کو ترسا دوں کی ہاتھ ملتی رہ جاؤ گی۔'' دردانہ نے اپنے ہاتھوں کی گرفت اس پر سخت کی اور دکھتی رگ پر پاؤں دھرا۔

''آپ اس کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتی ہیں۔'' سفینہ نے تنفر سے دردانہ کو دیکھا۔

''ہاں تم جانتی ہونا کہ میں بہت کچھ کرسکتی ہوں پر تم کچھ نہیں کرسکتی کس زعم میں ہو بی بی تمہارے میکے والے بھی منہ نہیں لگاتے ورنہ کیا تھا امیر ماموں سے کہہ کر زوہیب کو نوکری نہ دلوا دیتی اب ایک راستہ کھل رہا ہے تو چلیں دیوار بننے بھلائی اسی میں ہے کہ اپنا منہ بند رکھو۔'' دردانہ کے مزاج کا سورج سوا نیزے تک جا پہنچا تھا معاملہ صرف بیٹے کی شادی کا نہیں ان سب کی بقا کا بھی تھا۔ جتنا قرضہ چڑھا ہوا تھا اس کی جلد واپسی کی تدبیر نہ کی تو گھر واپسی کی بھی امید نہ تھی۔

"اچھا اماں! میں کسی سے کچھ نہیں کہوں گی بس میری گڑیا کو میرے پاس رہنے دو۔" سفینہ نے اس کی سخت گرفت سے نکلنا چاہا تو دردانہ نے زور کا جھٹکا دے کر اسے پرے دھکیل دیا اور وہ بستر پر جا گری۔

"ہاں یہ ہی بہتر ہے۔ سفینہ ذرا سوچو تمہارا میاں کماتا ہی کتنا ہے یہ میرا ہی حوصلہ ہے کہ تم سب کا خرچہ اٹھا رہی ہوں کل کو میں نہ رہی تو تم سب کا کیا ہوگا ایک صہیب ہے اسے ہڈیاں گلا گلا کر پڑھایا لکھایا مگر وہ چھوٹی موٹی نوکری کرنے کو تیار نہیں میں کس کے پاس جا کے فریاد کروں یاد رکھنا میرے بعد تم سب کی زندگی جہنم بن کر رہ جائے گی۔" دردانہ نے دوپٹے کے پلو سے آنسو پونچھے اور بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئی۔

"ویسے کون سی ہماری زندگیاں جنت کا نمونہ ہیں ساری عمر آپ نے دوسروں کے ساتھ برا کیا پھر بھلا اچھائی کی امید کیسے لگائے بیٹھی ہیں آپ کچھ بھی کہیں اگر مجھے موقع ملا تو میں ان لوگوں کو اس دھوکے سے بچا کر رہوں گی یہ کون سا فلسفہ ہے کہ اپنے دکھوں کو کم کرنے کے لیے دوسروں کو دھوکا دیا جائے میں نے تو عمر بھر دھوپ میں جلنا ہے کوئی شجر کوئی سایہ دور دور تک دکھائی نہیں دیتا پر میں سونو کو ایسی حالت تک پہنچنے نہیں دوں گی۔" سفینہ نے اپنی بچی ثوبیہ کو تھپکتے ہوئے سوچا ویسے بھی ایک بچی کی ماں بننے کے بعد سے اس کا دل سارے جگ کی بیٹیوں کے لیے گداز ہو گیا تھا۔

☆☆☆

"کیا بات ہے؟ لوگ آج کل بہت مصروف ہیں لفٹ ہی نہیں کراتے۔" سونو جلدی جلدی میکر سے سینڈوچ نکال رہی تھی، اس کے یوں قریب آ کر زور سے پوچھنے پر وہ ڈر کر اچھل پڑی۔ اس کی بچگانہ حرکت پر ناگواری سے منہ بنایا۔

"سونو یار! کبھی تو مسکرا دیا کرو۔" شاہ مراد نے دکھ بھری نظروں سے اسے دیکھا ماں سے بات کرنے کے بعد اس کا دل اتنا ہولا کہ وہ صبح صبح ہی ماموں کے گھر پہنچ گیا اس سے دل میں اٹھتا درد شیئر کرنے کی معصوم سی خواہش نے سر اٹھایا پر سونو اسے نظر انداز کر کے اپنے کام میں دوبارہ مصروف ہو گئی۔ وہ بری طرح سے جل بھن کر کباب ہو گیا۔

"شاہ بیٹا! تم کب آئے؟" رخشی کچن میں آئی تو اسے دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ اس سے زیادہ اس کی خاموشی نے پریشان کیا ورنہ جہاں وہ موجود ہو وہاں ہنگامے آنکھ مچولی کھیلتے نظر آتے۔

"بس مامی! غیروں سے کیا شکوہ اپنے بھی اپنے نہیں رہے۔" اس نے سرخ آنکھوں سے سونیا کو گھورا اور افسردگی سے بولا۔

"ہائے ایسے کیوں بول رہے ہو؟" رخشی نے پیار سے اس کی کمر پر دھپ لگائی۔

"آپ لوگوں نے پکنک کا پروگرام بنا لیا مجھے بتایا بھی نہیں کم از کم مجھے آپ سے تو یہ امید نہ تھی۔" شاہ کی آنکھوں سے ناراضی جھلکنے لگی حقیقت یہ تھی کہ ہزار لڑائی سہی پر سونیا نے ماں سے پوچھا تھا کہ شاہ کو بھی بلا لیں پر انہوں نے منع کر دیا وہ خود ماں کی اس بات پر حیران رہ گئی۔

"وہ بیٹا! ان لوگوں نے اچانک ہی بیٹھے بیٹھے پکنک رکھ لی میں نے سوچا تم آفس میں ہو گے اس لیے بتایا نہیں۔" رخشی کو جلدی میں یہ ہی بہانہ سوجھا ورنہ حقیقت یہ تھی کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ دردانہ آپا اور شاہ مراد کا آپس میں زیادہ ٹاکرا ہو اور وہ اس کے سامنے الٹا سیدھا بول دیں۔ پر انسان ہزار تدبیریں کر لے جو برائی درپیش ہوتی ہے وہ ہو کے ہی رہتی ہے۔

"چلیں کوئی بات نہیں میں بھی پوری تیاری سے آیا ہوں۔" اس نے سائیڈ میں رکھے بیگ کی طرف اشارہ کیا، جس میں بیٹ بال، ببل گم، چپس کے پیکٹ، منرل واٹر کی بوتلیں اور جوس کے ڈبے رکھے نظر آئے۔ مامی کو پشیمان سا دیکھ کر اس نے اپنے بیگ کی طرف اشارہ کیا۔ اپنی جون میں واپس آتا بے تکلفی سے باتیں کرتا شاہ مراد رخشی کو بہت بھایا۔

"واہ یار! شکریہ بہت بھوک لگ رہی ہے۔" ناشتہ کر کے نہیں نکلا تھا اسی لیے سینڈوچ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"مما! ان کو بول دیں زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں یہ میں نے مہمانوں کے لیے بنائے ہیں۔" اس نے ابھی دوسرے سینڈوچ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کے سونیا نے جلدی سے ٹرے اٹھالی۔ مجبوراً ہاتھ ٹشو سے پونچھے۔

"سینڈوچ مزے کے بنے ہیں پر تھا نیدارنی جی......" وہ اسے دیکھ کر مسکرایا جو کالی جینز بلیو شرٹ اور کالے اسکارف میں بڑی نکھری نکھری سی لگی۔

"کیوں بھئی ہم نے تو سنا ہے کہ..... مہمان اپنا رزق ساتھ لے کر آتا ہے یہ تمہارے مہمان کیسے ہیں جو ایسے ہی چل پڑے۔" شاہ نے قہقہہ لگا کر اسے جلایا۔

"اے بیٹا! ہماری فکر چھوڑو یہ بتاؤ کہ کسی کے گھر جانے کے بھی کوئی ادب آداب ہیں کے نہیں یوں ہی صبح صبح منہ اٹھا کر چل پڑے اور یہ کچن میں گھسے کیا کر رہے ہو؟ بھئی ایمان کی بات ہے میرا صہیب تو ایسی باتوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔" دردانہ کا انداز بہت ہی تضحیک آمیز تھا وہ ابھی ابھی کچن میں داخل ہوئی تو شاہ مراد کی بات سن کر جل گئیں۔

آنٹی جی! پلیز میرے ماموں کا گھر ہے کسی غیر کا نہیں جو میں آنے سے پہلے اجازت طلب کرتا پھروں۔" شاہ کا انداز بہت استحقاق بھرا تھا ان کی بے جا مداخلت بہت کھلی اسی لیے اس نے منہ بنا کر جواب دیا ورنہ وہ بڑوں کا بہت احترام کرتا تھا۔ سونیا کو بھی بڑی خالہ کا شاہ کو یوں ٹوکنا کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔

"آپا! کیا کہہ رہی ہیں اگر آپ کے بہنوئی کو پتا چلا تو وہ کافی برا مانیں گے۔" رخشی نے گھبرا کر ان کا ہاتھ دبایا۔

"اوئی میں نے ایسا کیا غلط بول دیا جو سب پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ بھائی خدا لگتی بولتی ہوں جسے برا لگے کان بند کر لے جوان لڑکی کا گھر ہے ایسے ہر وقت کا آنا جانا ٹھٹھے بازی ہی ہی ہو ہو یہ کوئی شریفوں کے ڈھنگ ہیں کوئی دیکھے تو کیا سوچے ویسے بھی لڑکوں کا کیا جاتا ہے بدنامی تو لڑکی کی ہوتی ہے۔" دردانہ نے اپنا داؤ کھیلا وہ اس گھر میں جو سوچ کر آئی تھی اس کے لیے شاہ مراد کا پتا کاٹنا تو ضروری تھا اسی لیے اس موقع پر پہنچ کر ہنگامہ شروع کر دیا تھا۔

"بڑی خالہ کو میرا کتنا خیال ہے بات تو غلط نہیں۔" ان کی باتوں نے سونیا پر سوچ کے در وا کیے۔

"او...... میرے اللہ آپا کیا بولے جا رہی ہیں پلیز خاموش ہو جائیں یا یہاں سے چلی جائیں یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔" رخشی نے شاہ کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا تو دردانہ کے آگے ہاتھ جوڑے۔

"ہاں بہن غلطی ہو گئی جو بھانجی کی محبت میں بول پڑے تم تو بے عزتی کرنے پر اتر آئی۔" دردانہ نے سونیا کی طرف دیکھ کر دوپٹے کے پلو سے مصنوعی آنسو پونچھے۔

"مما! بڑی خالہ نے ایسا کیا غلط بول دیا کے سب نے ان کا پیچھا ہی لے لیا کمال ہے انہیں میری عزت کا اتنا خیال ہے جو باتیں آپ کو سوچنی چاہیے وہ سوچ رہی ہیں پھر بھی آپ ایسا بول رہی ہیں۔" دردانہ کی کئی دنوں سے کی جانے والی برین واشنگ بڑے صحیح وقت پر کام آئی وہ آج کل ان ہی کے کانوں سے سن رہی تھی ان ہی کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"چپ ہو جاؤ جن باتوں کا تمہیں پتا نہیں اس بارے میں بات کرنے کی ضرورت نہیں۔" شاہ نے بڑی درد بھری نگاہوں سے سونو کو دیکھا جو رخشی کے جلال کا نشانہ بنی اسے دردانہ کی باتوں نے وہ دکھ نہیں پہنچایا جو زخم سونو کی زبان سے لگے پھر اس نے خاموشی سے اپنا بیگ اٹھایا اور رخشی کی پکار کو نظر انداز کرتا تیزی سے باہر نکل گیا۔

دردانہ نے فاتحانہ نظروں سے رخشی کو دیکھا جو سر پر ہاتھ رکھے آنسو بہا رہی تھی۔ سونو اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھی۔ پکنک دھری کی دھری رہ گئی تھی زوہیب اور صہیب کو پتا چلا تو ان کا موڈ آف ہو گیا۔ سیر سپاٹے کا موقع جو ہاتھ سے نکل گیا تھا آگے ماں کو سنانے کہ ان کی وجہ سے ہی یہ

سب ہوا کیا ضرورت تھی جھگڑا بڑھانے کی پر سونیا کے رد عمل نے انہیں شاداں وفرحاں کردیا۔

گھر کا ماحول ایک دم بدل گیا سفینہ نے دکھ بھری نگاہوں سے ساس اور خالہ ساس کو دیکھا دل ہی دل میں اپنا عہد دہرایا۔

......☆☆☆......

"سونو جانی! چلو ادھر آ کر بیٹھو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے اچار، پراٹھے کا ناشتہ کراؤں میری تو کوئی بیٹی نہیں سارے ارمان تم پر ہی پورے کروں گی۔" درِدانہ نے چھوٹا سا لقمہ بنا کر سونیا کے منہ میں ڈالا۔ اس نے نوالہ چباتے ہوئے سرشاری سے آنکھیں بند کرلیں صہیب جو سامنے تخت پر پڑا اینٹھ رہا تھا جلدی سے سونو کے برابر آ کر چپک کر بیٹھ گیا وہ فوراً کھسک کر دور ہوئی۔

"اماں! یہ کیا سونیا سے ملتے ہی مجھے بھول گئی میں بھی کھاؤں گا۔" صہیب نے سونیا کے منہ میں جاتا ہوا نوالہ لپک لیا تو سونیا جھجک کر پیچھے ہوگئی اسے برا تو لگا پر خالہ کی محبت میں برداشت کرگئی درِدانہ نے پیار بھری نگاہوں سے دونوں کو ساتھ ساتھ بیٹھا دیکھا۔ رخشی جو دھوپ میں کرسی ڈالے بیٹھی تھی اندر تک کھول اٹھی۔

"دادی! مجھے بھی بھوک لگ رہی ہے مجھے بھی کھلادیں نا۔" پوتی نے ان کی ٹانگیں پکڑ کر ہلایا تو انہوں نے ناگواری سے اسے گھورا۔

"او بے بی! تم یہاں آ کر میرے پاس بیٹھو دادی تمہیں بھی کھلائیں گی۔" سونیا نے پیار سے ثوبیہ کو اپنے اور صہیب کے درمیان جگہ بنا کر بٹھایا معصوم سی یہ بچی سونیا کو بہت پیاری لگتی تھی، عام بچوں سے الگ نہ کوئی ضد نہ ہی بلاوجہ کا رونا دھونا چپ چاپ اپنے کھلونے سے کھیلتی رہتی۔ وہ کالج سے واپسی پر اس کے لیے روزانہ بہت سی چاکلیٹس لاتی تو ثوبیہ کی آنکھوں میں روشنیاں سی بھر جاتیں۔

گھر کے ماحول میں پچھلے چند دنوں سے تناؤ سا تھا رخشی اور سونو میں بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی پر دونوں نے اس بات کا خاص خیال رکھا کہ ظفر اقبال کو ان دونوں کے اختلافات کی ہوا بھی نہ لگنے پائے باپ سے کیا گیا وعدہ رخشی کے پیروں کی زنجیر بن گیا ورنہ آپا کو کھڑے دم چلتا کردیتی۔ درِدانہ اسی نرم مزاجی کا تو فائدہ اٹھا رہی تھی۔ رخشی پر اس کا دباؤ مسلسل بڑھ رہا تھا اس نے مطالبہ کیا کہ صہیب اور سونو کے رشتہ کی بات ظفر اقبال کے کان میں ڈالے۔ رخشی مختلف بہانے بنا بنا کر تھک گئی پر دل کی بات کی بہن کو خبر نہ ہونے دی اسے پتا تھا کہ آپا کو جانا تو پڑے گا ہی وہ کب تک اپنا گھر بار چھوڑ کر یہاں پڑی رہیں گی وہ صبر سے اس گھڑی کا ہی انتظار کررہی تھی کہ جیسے ہی وہ رخت سفر باندھیں اور لاہور روانہ ہوں وہ دوسرے دن ہی نند کی طرف دوڑ لگائے سونیا نے اسے جتنا ستایا۔ اس کے بعد تو اس نے تہیہ کرلیا اب تو رسم کی بات نہیں ہوگی بلکہ ڈائریکٹ شادی کی بات طے کی جائے گی۔

آپا کے ارادے اس پر سفینہ کے ساتھ ان کا رویہ اس کا گھبرایا ہوا انداز رخشی کو اشاروں کنایوں میں بہت کچھ سمجھانے کی کوشش ان سب باتوں نے مل کر رخشی کے کانوں میں خطرے کی گھنٹی بجادی تھیں ایک اور بات جو اسے سخت بری لگتی وہ صہیب کا بہانے بہانے سے سونو گرد منڈلانا دونوں میاں بیوی نے اپنے گھر کا ماحول اور بیٹی کی تربیت جتنے سیدھے سادے انداز میں کی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سونو کو کھرے کھوٹے کی پہچان نہ ہو پاتی۔ سب کو اپنی طرح صاف دل کا سمجھ کر ملتی رخشی کا دل اس دن سے ڈرتا تھا کہ ننھیال کی محبت کے جھوٹے جھولتی سونیا جس طرح ان لوگوں کے ساتھ پینگیں بڑھانے میں مصروف ہے ایک دفعہ اعتماد کی یہ رسی ٹوٹی تو وہ دھڑام سے منہ کے بل جا گرے گی۔ وہ بس اپنی بچی کو ایسی ہی تکلیف سے بچانا چاہتی تھی مگر درِدانہ آپا موقع ہی نہیں دیتیں۔

......☆☆☆......

دل اداس ہوا تو فضاء میں عجیب حبس طاری ہوگیا سونیا بیزاری لان میں نکل آئی۔

"شاہ کا بچہ، وال وال بچا، لگتا ہے اس بار پکا پکا ناراض

ہو گیا ہے۔ کتنے دنوں سے آیا ہی نہیں۔ شاید اس دن مجھ سے کچھ زیادتی ہو گئی خیر وہ بھی تو کم نہیں چلو اچھا ہے' خس کم جہاں پاک' سونیا نے سورج کی شعاعوں کو گھورتے ہوئے سوچا جنہوں نے لان کا احاطہ کیا ہوا تھا۔ شاہ مراد کی یاد نے اسے بے چین کیے ہوئے تھی، وہ دونوں ہمیشہ ایسے ہی لڑتے پھر مان بھی جاتے، مگر اس بار تو انا کا کھیل درمیان آ گیا تھا اب کس کی جیت کس کی ہار ہوتی یہ تو آنے والے وقت کو ہی خبر تھی۔

"اف! کتنا خشک اور بورنگ موسم ہے کیا کروں؟؟" سونیا نے آسمان کی طرف دیکھا جس کا رنگ بدلنے لگا وہ تھک کر سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گئی کہ اچانک دور سے بادلوں کے گرجنے کی آواز آئی اور تیز ہوائیں چلنے لگیں وہ موسم کی تبدیلی پر خوش ہو کر کھڑی ہو گئی تھوڑی ہی دیر میں بارش کے قطروں نے اس کے حسین رخساروں کو چھو لیا، مست ہواؤں کے ساتھ ہونے والی تیز پھوار نے لان کے پتے پتے کو سیراب کر دیا مگر جانے کیوں اس کی پیاس بڑھ گئی موسم کا لطف اٹھانے لان کے بیچوں بیچ جا کر کھڑی ہوئی۔ ہوا کے ساتھ جھومتے ہوئے شفاف پانی کے قطرے اسے بھگونے لگے۔ اس نے جھوم کر اپنے اطراف کا جائزہ لیا موسم کی خوش گوار تبدیلی نے جیسے جادو بھری چٹکی بجا کر سارا منظر ہی بدل دیا تھا۔ دھل کر صاف ہو جانے والے ہرے بھرے جھومتے درخت' لچکتی ٹہنیاں' ہنستے پھول جن پر سے ٹپکتا شفاف پانی، سونیا نے بڑھ کر اسے اپنی اوک میں بھر کر فضاء میں اچھال دیا۔

"پچھلے سال ہونے والی بارشوں میں شاہ مراد نے کتنی شرارتیں کی، مگر اس سال وہ سڑا ہوا منہ بنا کر گھر ہی پڑا ہوگا۔" سونیا کو ایک دم اس پر غصہ آیا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ جب کوئی ہم پر نثار ہوتا رہتا ہے تو ہمیں اس کے جذبوں کی قدر نہیں ہوتی، جب وہ خاموشی سے پیچھے ہٹ جاتا ہے تو ہمیں اس کی یاد ستانے لگتی ہے۔ سونو بھی شاہ مراد کے سحر میں لاشعوری طور پر اتنا جکڑ چکی تھی کہ ہر خاص موقع پر اس کے سنگ گزارے پل کی حسین یادوں کی یلغار اسے اپنے نشانے پر رکھ لیتی پر وہ جب اس بات کا اقرار کرنے لگتی تو انا دیوار بن کر راہ میں کھڑی ہو جاتی۔ پر اس وقت چہرے پر پڑنے والی پانی کی بوندوں نے یہ احساس دلا ہی دیا کہ شاہ مراد کی کمی بہت شدت سے محسوس ہو رہی ہے۔

"شاہ مراد! میری زندگی میں تمہاری کچھ نہ کچھ تو اہمیت ہے، ورنہ اس طرح سے تمہاری یاد نہ ستاتی۔" سونیا نے آنکھیں بند کر کے بارش سے لطف اٹھا کر پہلی بار اپنے دل میں اعتراف کیا۔ ایک پیاری سی مسکراہٹ نے اس کے گرد محبت کا ہالہ بنا کر اسے انمول بنا دیا۔

صہیب جو اس کے ساتھ اس پیارے موسم کو انجوائے کرنے، اسے ڈھونڈتا باہر آیا تو سونو کے بھیگتے حسن کی حشر سامانیوں نے اسے جیسے بے خود کر دیا، بھیگی زلفیں، بند آنکھوں پر سایہ کیے ہوئے لمبی پلکوں پر ٹھہرے پانی کے قطرے۔ وہ اس وقت قدرت کی صناعی کا ایک شاہکار نظر آ رہی تھی۔ صہیب جیسے آوارہ مزاج کا دل مستی میں ڈولا، بے خودی میں وہ اس کی طرف بڑھا کہ شاہ کی کڑکتی آواز نے اس کا نشہ ہرن کر دیا۔

"سونو! چلو جلدی اندر جاؤ۔ کیا حلیہ بنایا ہوا ہے۔ فوراً کپڑے بدل کر آؤ۔" شاہ نے قہر آلود نگاہوں سے صہیب کو گھورتے ہوئے اپنا اپر اتار کر سونیا کو اس میں لپیٹا اور سختی سے گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا۔ وہ آنکھیں کھولے حیران و پریشان اس کے ساتھ گھسٹتی چلی گئی۔ شاہ کا جلال دیکھ کر صہیب ڈر کر وہیں دبک گیا۔ وہ دونوں بارش میں اتنے مگن تھے کہ کھلے دروازے سے اندر آتے شاہ مراد پر نظر ہی نہ پڑی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔ شاہ پلیز! میرا ہاتھ تو چھوڑو۔" سونیا جس نے اس کے چیخنے پر آنکھیں کھولیں تمام باتوں سے لاعلم اس کے ہاتھوں کی سخت گرفت سے نکلنے کو بے تاب ہوئی۔ سفید کلائی پر شاہ کی انگلیوں کے نشان ثبت ہو چکے تھے اس کے جارحانہ انداز پر کچھ دیر قبل اٹھنے والی محبت کا جذبہ ایک دم ہوا ہو گیا۔

"مجھے مزید کوئی بات نہیں کرنی، پہلے تم اندر جاؤ اور

کپڑے تبدیل کرو بال خشک کرو اور انسانوں کے حلیے میں واپس آؤ۔‘‘ شاہ نے اس کے بھیگے بدن سے نظریں چرائی اور گرجا، سونیا جو ساری باتوں سے لاعلم تھی اس کے اس طرح سے رعب جمانے پر اس کا دماغ بھی گرم ہوگیا سارے سنہرے جذبے غصے کے ریلے میں بہہ گئے اور وہ پیر پٹخ کر باتھ روم میں گھس گئی۔

’’اس کی بری نگاہوں سے اپنی بچی موتی سی سونیا کو چھپا کر رکھنا پڑے گا۔‘‘ شاہ وہیں کھڑا مٹھیاں بھینچتا سامنے کھڑے صہیب کو گھورنے لگا۔

☆☆☆......

’’سنو! میں تمہیں پہلی اور آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ اگر آئندہ تم مجھے اپنے اس گھٹیا کزن کے آس پاس بھی نظر آئی تو تمہاری خیر نہیں۔‘‘ سونیا نے جیسے ہی موبائل پر شاہ کی کال اٹینڈ کی وہ بولا۔ سونیا کا دل عجیب سا ہوگیا۔ وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھی اپنا من پسند سوپ دیکھ رہی تھی کہ اس کا فون آگیا۔ وہ خوامخواہ الجھنے لگا۔

’’شاہ مراد! اب آپ اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ میں کس سے بات کروں اور کس سے نہیں؟‘‘ سونیا نے بھی غصے سے پوچھا۔ دردانہ کے کان کھڑے ہوئے۔ وہ بھی وہیں بیٹھی کینو پر ہاتھ صاف کررہی تھیں۔

’’ہاں بالکل جو میں کہوں گا تمہیں وہ سب ماننا پڑے گا۔ تم جانتی ہونا کہ میں تمہارے لیے کتنا ٹچی ہوں یہ بات قطعی برداشت نہیں کرسکتا کہ کوئی ایرا غیرا منہ اٹھا کر تمہیں گھورتا رہے۔‘‘ شاہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ فون میں سے نکل پڑے اپنی پیاری مامی کی وجہ سے اس نے لحاظ کیا ورنہ اسی وقت یہ قصہ بے باق کردیتا۔ فون پراسے پیار سے سمجھانے کے لیے کال کی تھی مگر اس کے بے فکرے انداز گفتگو پروہ جوش سے ابل پڑا تھا۔

’’اے مسٹر! تم اپنے آپ کو سمجھتے کیا ہو؟ پلیز جاؤ اور جا کر اپنے گھر والوں پر حکم چلاؤ مجھ پر نہیں میں کوئی تمہاری ملکیت نہیں ہوں، ویسے میرے سیدھے سادھے کزن نے تمہارا بگاڑا کیا ہے؟ جو تم ہاتھ دھو کران کے پیچھے پڑ گئے ہو، مگر تم لوگوں کو تو زبردستی کرنے کی عادت ہے نا۔‘‘ کوئی سونیا کو باتیں سنائے بھلا اسے کہاں برداشت۔ بغیر سوچے سمجھے فون پر ہی چلانے لگی۔ دردانہ نے صہیب کا ہاتھ دبایا۔ دونوں ہی کینو کھانا چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوگئے۔

’’میں کون ہوں؟ اس کا پتا تمہیں جلد ہی لگ جائے گا۔ رسم گئی بھاڑ میں۔ سونیا ظفر! تم تیار رہنا اب تو ڈائریکٹ شادی ہی ہوگی۔ ناؤ ویٹ اینڈ واچ۔‘‘ شاہ کی آنکھوں سے شرارے نکلنے لگے۔ یہ بےوقوف لڑکی سمجھتی ہی نہیں۔ اپنے ساتھ ساتھ میرا نقصان بھی کرائے گی مگر ابھی شاہ مراد زندہ ہے اس کے پیار کو کوئی میلی نظر سے دیکھنے کی ہمت بھی کرے گا تو وہ آنکھیں نکالنے کی جرأت رکھتا تھا۔

’’او ہیلو یہ دھونس کسی اور پر جمانا تم جیسے شکی انسان سے شادی..... معاف کردو پلیز آئندہ یہاں فون کرنے کی زحمت مت کرنا۔ کم از کم میں تم سے کوئی رابطہ نہیں رکھنا چاہتی۔‘‘ سونیا نے غصہ میں اس کو جواب دیا اور اپنا سیل فون زمین پر دے مارا۔ رخشی شور کی آواز سن کر اس طرف نکل آئیں۔ سینے پر ہاتھ رکھے جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئیں۔

’’اچھا کیا بیٹا! تم کیا کسی سے کم ہو؟ جو بو یہ تو میری بہن کا دماغ ہی خراب ہے جو ایسے شکی اور بدمزاج لڑکے سے رشتہ جوڑنے چلی۔‘‘ دردانہ نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روتی ہوئی سونیا کو گلے سے لگالیا۔

’’آپا پلیز! یہ پہلے ہی بے انتہا بدتمیز اور زبان دراز ہوگئی ہے، اس کی بے جا حمایت کرکے مزید سر پر نہ چڑھائیں۔‘‘ رخشی نے غصے سے سونیا کو گھسیٹ کر دردانہ سے الگ کیا۔ وہ بیٹی سے اتنی بےوقوفی کی امید نہیں رکھتی تھی۔ ان سب کے سامنے اس نے جو تماشا لگایا۔ اس کے بعد تو دردانہ کو کھل کر بولنے کا موقع مل گیا۔

’’ہاں آپ کے لیے تو میں ہی دنیا میں سب بری ہوں، وہ آپ کا لاڈلا کچھ بھی کہے، میرے ساتھ بھلے جانوروں

جیسا سلوک کرے، آپ کو نظر نہیں آتا۔" سونیا روتے ہوئے بولی۔

"جی خالہ! سونیا ٹھیک تو کہہ رہی ہے۔ ہم اس دن بھی بارش میں کھڑے لان کا نظارہ ہی تو کر رہے تھے کہ شاہ مراد آیا اور اسے جانوروں کی طرح گھسیٹتا ہوا اندر لے گیا بھلا یہ کوئی شرافت ہے۔ نری غنڈہ گردی ہے۔ میرا تو اس پر ہاتھ اٹھ جاتا پر خالو کا لحاظ کر گیا۔" صہیب نے بھی غلط بیانی کرتے ہوئے ہیرو بننے کی کوشش کی۔ رخشی نے اسے کڑی نظروں سے گھورا اور سونیا کو لے کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

"جانے دے بیٹا! شاہ مراد کا غصہ ہی ہماری راہیں ہموار کرے گا۔" دردانہ نے فلسفہ جھاڑا۔ صہیب کی باچھیں چر گئیں، دونوں نے مسکرا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا، ایک سی فطرت' ایک سا مزاج۔ سوچ بھی ایک جیسا ہی تھے۔

"مجھے بھی یہ ہی لگتا ہے۔ ویسے اماں میری اداکاری سے خالہ بھی متاثر لگی نا۔" صہیب ہمیشہ کی طرح خوش فہمیوں کے پہاڑ پر چڑھنا شروع ہو گیا مگر یہ اس کی خواب خیالی تھی۔

رخشی نے پانی سر سے اونچا ہوتا دیکھا تو مجبوراً کچھ باتیں ظفر اقبال کے گوش گزار کردیں، جس پر انہوں نے سونیا کی وہ کلاس لگائی کہ اس کے ہوش ٹھکانے آگئے، دو دن تک کمرے میں ہی بند رہی پر رخشی نے اس بار اسے منایا بھی نہیں۔ ہاں دردانہ اور صہیب جا کر جی حضوری میں لگے رہتے۔

اپنے گھر کا ماحول بگڑتا دیکھ کر آخر رخشی نے خود ہی دردانہ سے وہاں سے جانے کی درخواست کردی جس پر پہلے تو وہ خوب لڑیں پھر اگلے ہفتے واپسی کا عندیہ دیا منتوں سے لڑتے لڑتے رخشی کا بی پی شوٹ کر گیا سفینہ نے خالہ ساس کے گھر کا شیرازہ یوں بکھرتے دیکھا تو رنجیدہ ہوگئی، اس نے زوہیب کو بھی اس معاملے میں شرمندہ کرنا چاہا، پر وہ کچا گھڑا ثابت ہوا، ویسے بھی اس کی کوئی اپنی سوچ تو تھی نہیں۔ ان ہی لوگوں کا محتاج۔ بیوی اور بچی کا خرچہ بھی دردانہ جیسے تیسے پورا کرتی، پھر وہ کیسے ان کے آگے کچھ بول پاتا، بھائی نے الگ آسرا دیا کہ سونیا سے شادی کے بعد خالو سسر کی فیکٹری میں سب سے پہلے بھائی کو منیجر کی نوکری دلائے گا، جب مفاد پرستی کا دور دورہ ہو تو کوئی پاگل ہی ہوگا جو سچ بول کر کانٹوں بھری راہوں پر قدم رکھے گا۔

"سونیا بی بی! دنیا پیسے کی ہے تم مجھے اپنے قابل نہیں سمجھتی ہو نا اسی لیے نظر انداز کرتی ہو۔" صہیب نے صبح کالج جاتے ہوئے لان میں سونیا کو پکڑ لیا۔ جو کترا کر نکل رہی تھی۔

"ارے نہیں صہیب بھائی! بس پڑھائی میں مصروف رہتی ہوں۔" صہیب کے اس طرح اداس شکل بنانے سے وہ تھوڑی شرمندگی سے بولی۔

"یہ شاہ کا بچہ بھی کتنی لڑائیاں کروادے۔ فضول میں مما کا دماغ بھی خراب کردیا۔" اس کی تان آ کر اسی پر ٹوٹتی۔ اس وقت بھی اسی کی غلطی دکھائی دی۔

شاہ مراد سے لڑائی کے بعد سے سونیا صہیب سے کھنچ سی گئی، ماں کی طبیعت خرابی کا ذمہ دار بھی خود کو جانتا تو پاؤں پکڑ کر معافی مانگی رخشی نے بھی موقع دیکھ کر اس سے وعدہ لیا کہ وہ شاہ مراد کی بات مانے گی اور صہیب سے بات چیت نہیں رکھے گی۔ مگر صہیب مسلسل اس کے آگے منہ لٹکائے شریف بنا پھرتا۔ وہ نرم دل لڑکی پریشان ہوگئی تھی کہ کس کی سنے اور کس کی نہیں۔ ویسے بھی اسے شروع سے اب تک ہر معاملے میں شاہ ہی قصوروار دکھائی دیتا ورنہ صہیب تو اس کے سامنے بڑی شرافت سے رہتا۔ وہ اسے غلط سمجھتی بھی تو کیسے؟

......☆☆☆......

"بھابی! آپ کے پاس ٹائم ہو تو مجھے آپ سے ایک مشورہ کرنا ہے؟" سونیا نے اپنی لال ہوتی ناک کو ٹشو پیپر سے رگڑتے ہوئے سفینہ سے پوچھا جو کچن میں دال کو بگھار لگا رہی تھی۔

"ہاں جانو پوچھو" اس نے چولہا بند کر کے تولیے سے ہاتھ پونچھا اور مسکرا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"کیسے کہوں؟ کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔ اصل میں بڑی خالہ کا آج کل مجھ پر بہت دباؤ ڈال رہی ہیں کہ میں صہیب سے شادی کے لیے رضامند ہوجاؤں، باقی معاملات وہ سنبھال لیں گی۔ مما کی طبیعت یہ بات سنتے ہی خراب ہونے لگتی ہے پر خالہ نے باتوں میں یہ بھی جتایا کہ اگر میں نے انکار کیا تو شاید وہ ہمیشہ کے لیے ہم سے سارے رشتے ناتے توڑ دیں گی ان حالات میں میرے پاگل ہونے میں تھوڑی کسر ہی رہ گئی ہے۔ ذہنی طور پر بہت منتشر ہوگئی ہوں تو آپ کے پاس چلی آئی، ایک طرف شاہ مراد اور پھوپو ہیں تو دوسری طرف میری وہ خالہ جنہوں نے مجھے ننھیال کی محبت کا مزہ چکھایا۔ میں پھنس گئی ہوں۔" سونیا نے سر پکڑا تو سفینہ کو اس پر بہت ترس آیا۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی ساس کی جذباتی بلیک میلنگ کے آگے اس بچی کا ٹھہرنا مشکل ہوگا۔ وہ اس کا ہاتھ تھام کر کمرے میں لے آئی۔

"سونیا! تم پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو؟" سفینہ نے محبت سے اس کا چہرہ اوپر کیا اور بالوں کی لٹ کو کانوں کے پیچھے کرتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"جی بھابی! پوچھیں؟" سونو نے سفینہ کو اپنی گلابی آنکھیں سے دیکھا۔

"شاہ اتنا اچھا ہے پھر تم کیوں مسلسل شادی سے انکار کررہی ہو؟" سفینہ نے بے دھڑک ہوکر پوچھا کیونکہ آج اس کی ساس اپنے بیٹوں کے ساتھ بازار گئی ہوئی تھیں۔ وہ تو سفینہ کو بھی یہاں اکیلا چھوڑنے کا خطرہ مول لینے کے حق میں نہیں تھیں، زبردستی ساتھ لے جانا چاہتی تھیں، مگر رخشی کی طبیعت خرابی اور کھانا پکانے کا عذر کر کے وہ رک گئی۔ جلدی جلدی کالی مسور کی دال گوشت اور بگھارے چاول بنا کر وہ سونیا کے ساتھ بیٹھ گئی۔ ایسا موقع دوبارہ ملنا مشکل تھا۔

"رہنے دیں بھابی۔ وہ کتنا اچھا ہے مجھ سے بہتر کون جانتا ہوگا۔ ہر وقت کی دھونس، دھمکی اپنے مرد ہونے کا احساس دلاتا رہتا ہے ویسے بھی میں شروع سے ان بچپن کی منگنیوں ونگیوں سے الرجک تھی، اپنی دوستوں کا خوب مذاق اڑاتی تھی اب وہ ہی فضول رسم میرے ساتھ باندھ دی گئی۔" سونیا ایک دم پھٹ پڑی۔

"ہا..... ہا..... اب میں کیا کہوں لڑکی کبھی انسان کو ہیرے کی قدر نہیں ہوتی 'وہ کوئلے کو ہی قیمتی جان کر اٹھا لیتا ہے۔ ہاتھ منہ کالے ہوجائے۔ تو پتا چلتا ہے کہ اپنے ساتھ کیسا ظلم ڈھایا۔" سفینہ نے درد بھری آہ بھری اور تکیہ سے کمر ٹکا دی۔

"میں سمجھی نہیں؟" اس کی موٹی عقل سے امید بھی یہ ہی کی جاسکتی تھی۔

"میری ایک بات مانو گی' میں جو بات تم سے کرنے جارہی ہوں اس کا ذکر بھی کسی سے نہیں کروگی ورنہ میرے ساتھ بہت برا ہوگا' میری گڑیا مجھ سے چھن جائے گی۔ میری زندگی میں خوشی کی واحد کرن میری بچی ہے ورنہ تو میری روح تک کرچی کرچی ہوچکی ہے۔ وعدہ کرو۔" سفینہ کی پرسوچ نگاہوں نے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا۔

سونو کے بھول پن نے اسے ڈرایا اس کے باوجود وہ رسک لینے کو تیار ہوگئی۔ اپنا ہاتھ آگے کیا جسے سونیا نے گرم جوشی سے تھام لیا۔

"جی بھابی! آپ بولیے میں آپ کو کبھی کسی مشکل میں نہیں ڈالوں گی اور یہ گڑیا کو کون آپ سے چھینے گا؟" سفینہ کے انداز نے اس کے اندر کھد بد مچا دی تھی، وہ سرک کر اس کے نزدیک ہوگئی۔

"تمہاری بڑی خالہ انہوں نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے تمہیں سچ بتایا تو وہ میری بیٹی کو کسی یتیم خانے بھجوادیں گی۔" سفینہ روہانسی ہوگئی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ' کیا تم چاہتی ہو کہ جب تم صہیب کی دلہن بن کر اپنے سسرال میں قدم رکھو تو کہیں سے کوئی لڑکی چیل کی طرح آئے اور تمہیں نوچ ڈالے، تمہارے نئے نویلے دلہا کی جوتیوں سے تواضع کرے؟" سفینہ کا لہجہ جذباتی ہوگیا۔

"ارے بھابی! کیسی بات کر رہی ہیں؟ بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے، وہ بھی نئی دلہن کے ساتھ لڑکی کو سب سے زیادہ اس دن مان سمان دیا جاتا ہے۔ مجھے تو ایسی کوئی دلہن نظر نہیں آئی ویسے بھی صہیب بھائی سے شادی مشکل ہے۔" سونو نے حیرانی سے کہا، اسے شک ہوا کے شاید سفینہ بھابی مذاق کر رہی ہیں۔

"دنیا میں ایک ایسی دلہن موجود ہے۔" سفینہ روتے ہوئے بولی، سونیا گھبرا اٹھی۔

"کون..... کون ہے وہ بھابی؟ جس پر اس سہانی گھڑی یہ افتاد آ پڑی۔" سونیا نے تجسس سے پوچھا۔

"یہ جو تمہارے سامنے بیٹھی ہے..... تمہاری سفینہ بھابی..... جس نے اس لڑکی کے ہاتھوں مار کھائی، جس کو اس کے دلہا نے شادی کا جھانسہ دے کر خوب تحائف اور پیسے بٹورے اور بعد میں شادی سے انکار کر دیا۔"

سفینہ نے اپنا منہ دونوں ہاتھوں میں چھپا لیا، جیسے دنیا سے بھی چھپانا چاہتی ہو پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ سونو کو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کے وہ اس بات پر اسے کیسے تسلی دے، جلدی سے دوڑ کر پانی میں گلوکوز ملا کر لائی اور اسے پلایا تو سفینہ کو تھوڑا قرار آیا۔

"تم رخشی خالہ کی بات مان لو اور کوشش کرو جب تک ہم یہاں سے چلے نہیں جاتے میری ساس یعنی اپنی خالہ اور صہیب میاں سے دور ہی رہو یہ ہی تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔" سفینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر دیوانوں کی طرح کہا، فرزانوں کی صف سے وہ اسی دن نکل گئی جب زوہیب کو دل دے بیٹھی۔

"بھابی! مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ خالہ کی فیملی ایسی بھی ہو سکتی ہے، پتا نہیں کیوں مجھے اس بات کا یقین نہیں ہو رہا؟" اس کی آنکھوں میں تشکیک کے رنگ لہرا اٹھے، سفینہ مسکرا دی۔

"ہاں تم بھی ٹھیک ہو کیوں کہ جو میں جانتی ہوں، وہ تم نہیں جانتی۔ بعض اوقات چمکتے پتھر کو قیمتی سمجھ لیا جاتا ہے، اس کی چمک دمک ہمیں یوں مسحور کر دیتی ہے کہ اصلی نقلی کے پھیر میں ہی نہیں پڑتے مگر جب وقت پڑنے پر ان کی قیمت لگوائی جاتی ہے تو وہ ایک پیسے کے بھی نہیں نکلتے بس یہ ہی فرق شاہ مراد اور صہیب میں ہے۔ وہ ہیرا ہے تو صہیب اس کے آگے ایک نقلی پتھر۔" سفینہ کھوئی کھوئی سی بولی۔ سونیا جو سفینہ کے پاس سلجھنے آئی تھی اور الجھ گئی، پریشانی سے سر کو تھام کر بیٹھ گئی۔

"بھابی! آپ کہنا کیا چاہ رہی ہیں؟" اس نے تھوڑی دیر بعد خیالوں میں کھوئی سفینہ کو جھنجھوڑا۔

"سونیا! میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارا دل خراب کروں۔ اشاروں میں سمجھانا چاہا کہ تم ایسے ہی سمجھ جاؤ پر لگتا ہے تمہیں ساری بات بتانی ہی پڑے گی اس کے لیے بھلے مجھے اپنے زخموں سے وہ کھرنڈ اتارنے پڑیں جو پانچ سال سے میرے جسم پر ہی نہیں روح پر بھی لگائے گئے۔" سفینہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"پلیز بھابی! ساری بات بتائیں ورنہ میرا دل بند ہو جائے گا۔" سونیا نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی تو سفینہ نے حامی بھری۔

سفینہ حال کو فراموش کیے بہت پیچھے چلی گئی۔ جب وہ اماں کی معصوم سی سفی تھی مگر زوہیب سے عشق کر کے برباد ہو گئی۔

محبت بھی کیا چیز ہے؟ ایک ایسا طلسمی دروازہ ہے جس سے ایک بار داخل ہونے کے بعد واپسی کا کوئی راستہ نہیں رہتا۔ محبت کرنے والے اس کی فسوں گری میں یوں گرفتار ہو جاتے ہیں کہ وادی عشق میں چلتے چلے جانے کا جنون کم ہی نہیں ہوتا بڑھتا ہی رہتا ہے۔ محبت سا سحر دنیا میں دوسرا کوئی نہیں، محبت کے متوالوں کی آنکھوں پر خود فراموشی کی پٹی سی بندھ جاتی ہے پھر وہ ہی نظر آتا ہے جو وہ دیکھنا چاہتے ہیں عقل کے بیری بن جاتے ہیں، محبت کے سوز و گداز میں کھوئے اس کے اسرار و رموز کی کھوج میں مدہوش ہو جاتے ہیں۔

اس پر تم عشق کی داستانیں رقم کرنے والوں کا انداز بیاں کچھ معصوم دلوں کو یوں مسخر کر لیتا ہے کہ ہر کوئی اس

کوچہ عشق میں ایک بار تو قدم رکھنا چاہیے ہی چاہیے...... یہ تو وہ آگ ہے جسے ایک بار چھو جائے وہ اس میں جلتا ہی رہتا ہے۔ ایسا خوش ذائقہ پھل جو ایک بار چکھ لے اس کی مٹھاس مرتے دم تک زبان سے نہیں جاتی بس محبت سچی ہونی چاہیے ورنہ ایسا زہر بن جاتی ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ سفینہ بھی اس عشق کے کھیل میں اپنا آپ ہار بیٹھی۔

......☆☆☆......

سفینہ کی والدہ سروری بانو کی اپنے سسرال والوں سے کبھی نہیں بنی۔ زبان درازی وہ میکے سے جہیز میں ساتھ لائیں تھی۔ شادی کے بعد انہوں نے سمجھوتے کی چادر سے اپنا سر ڈھانپنے کی کوشش ہی نہ کی۔ شوہر سے ہمیشہ شکایتیں رہیں، سفینہ کی پیدائش کا بھی کچھ خاص اثر نہ ہوا۔ اب تو اشرف علی ان کی باتوں سے گھبرا کر دوستوں میں وقت گزارنے لگے، نتیجہ روز کی کل کل بڑھ گئی آخر ان کے لڑائیاں ایک دن اس نہج پر پہنچ گئیں کہ اشرف کے منہ سے طلاق کے تین لفظ نکل گئے، پشیمانی سی پشیمانی......

شریف آدمی اپنے جذباتی قدم پر اتنے افسردہ ہوئے کہ سفینہ کا حق بھی سروری بانو کو دے دیا جو روتی ہوئی بھائی کے ساتھ جا رہی تھیں۔ انہیں شوہر سے اس حد تک جانے کی امید نہ تھی۔ گھر چھوٹا سا ہی سہی پر وہ اس کی ملکہ تھیں۔ اس طرح میکے واپسی کا تو انہوں نے سوچا بھی نہ تھا۔ اب تو انہیں نہ اپنا ہوش رہا نہ سفینہ کا دل کچوکے لگاتا کہ ان کی زبان درازی ان کی بربادی کی ذمہ دار بنی وہ زبان جو سسرال میں کترنی کی طرح چلتی تھی، یہاں آ کر کہیں رکھ کر بھول گئیں۔ بھابی سلمٰی خدا ترس تھیں۔ نند پر ٹوٹنے والی افتاد پر افسردہ ہو کر ان کی دل جوئی میں لگ گئیں کل کی تیز وطرار سروری بانو کی نفسیات آج نئے گل کھلانے لگی۔ اتنی زود رنج ہوئی کہ خود کو دنیا کی سب سے بدنصیب عورت تصور کر بیٹھیں، ایسے میں ان کی توجہ اکلوتی بیٹی پر سے بھی ہٹ گئی۔ اشرف علی کا دل یہاں سے اتنا بے زار ہوا کہ دوست کے بلاوے پر ہمیشہ کے لیے سعودی عرب سدھار گئے ایسے وقت میں سفینہ کو ماں کی محبت کی بہت ضرورت تھی، وہ باپ کو یاد کر کے چھپ چھپ کر روتی پر یہاں آ کر سروری نے اپنی دنیا بسالی۔ وہ ہوتی اور اس کا کونہ سفینہ ماں کو تکتی رہتی۔ ماں لمبی لمبی نمازوں کی ادائیگی میں مصروف رہتی یا قرآن شریف کی تلاوت میں مشغول ہو جاتی، جب دنیا دار تھی تو ایک وقت کی نماز نہ پڑھتی۔ آج مذہبی ہوئی تو دنیا سے کنارہ کش ہو گئی۔ ایک نظر اٹھا کر بھی نا بیٹی کو پیار سے دیکھتی اور خوش ہوتی، نا قیمتی لباس میں ملبوس بیٹی گڑیا سی لگتی۔

سفینہ ماموں کی بچیوں جیسے کپڑے پہنتی ان کے ساتھ ہی گاڑی میں ان کے اسکول جاتی۔ اس کو بھی اتنا ہی جیب خرچ ملتا جو دوسروں کے لیے مقرر تھا۔ گھر میں مجال ہے جو اس کے ساتھ ذرا فرق روا رکھا گیا ہو۔ مامی سلمٰی بھی ایسی نیک روح سفینہ پر شوہر کی اتنی عنایات دیکھ کر بھی منہ نہ بناتی۔ سروری اسی بات پر خوش ہوتی بھر بھر کر انہیں دعائیں دیتیں۔

کاش وہ اس وقت صرف بیٹی کی آنکھ میں جھانک لیتیں جو پیاسی تھی، یہ پیاس اس وقت اور بڑھ جاتی جب ماموں بیٹے کے پاس ہونے پر اسے گلے لگاتے یا بیٹی کو گود میں اٹھا کر اس کا منہ چوم لیتے۔ سفینہ کا دل ایسے وقت میں مچل مچل اٹھتا۔ وہ اس پوری رات نہیں سوتی جب اس کے کزنز اپنے امی اور ابو سے پورے استحقاق کے ساتھ ناز نخرے اٹھواتے وہ ماں کا پلو تھام کر بیٹھ جاتی جو تہجد کی نماز پڑھنے میں مصروف ہوتیں۔

''ہونہہ کیا بات ہے؟ بیٹی نماز پڑھ رہی ہوں ایسے کروگی تو گناہ ہوگا۔ سو جاؤ۔'' سروری بیٹی کے ہاتھ سے اپنا پلو چھڑا کر دوبارہ نیت باندھتی اور سفینہ ماں کو دیکھتی رہ جاتی جس کی طویل نمازیں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی۔ بجا ہے دین اسلام کے احکامات پر عمل کیا جانا پر دین اور دنیا کے درمیان توازن قائم رکھنا بھی اہم بات ہے، ورنہ زندگی دشوار ہو جاتی ہے، یہ ہی نقطہ سروری سمجھ نہ پائیں۔ دنیا میں گم ہوئیں تو دین کا ہوش نہیں۔ دین کی طرف لوٹی تو دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر بیٹھی حالانکہ

سفینہ کا بھی ان پر حق تھا۔

وقت اچھا ہو یا برا گزر ہی جاتا ہے۔ سرور کی کے بالوں میں چاندنی بکھر گئی اور سفینہ اپنی کمزوریوں کے ساتھ جوان ہوگئی اس کی خوب صورتی میں کوئی کلام نہ تھا۔ خاموش طبع سی پیاسی آنکھوں والی سفینہ کے کچن سنبھالنے سے سلمی کو بہت آسانی ہوگئی۔ سلمیٰ نے بھی اپنی زندگی سے سمجھوتا کرہی لیا۔ اچانک ٹھہرے پانی میں زوہیب نے اپنی پرجوش محبت کا پتھر پھینک کر ہلچل سی مچادی۔ اس کی کزن وجیہہ اس دن بخار کی وجہ سے کالج نہیں گئی، وہ اکیلی ڈرائیور کے انتظار میں کالج کے گیٹ پر کھڑی تھی کہ زوہیب نے اس کے قریب آ کر اسے ایک لفافہ پکڑا دیا۔ وہ ہکا بکا رہ گئی۔ اتفاق سے اسی وقت گاڑی بھی آگئی، اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ لفافہ بیگ میں ٹھونسا اور زوہیب کی مدھ برساتی نگاہوں سے بچتی بچاتی گاڑی میں جا بیٹھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ابھی تک لرز رہے تھے۔ دوپہر میں جب سب سوگئے تو اس نے وہ گلابی لفافہ چاک کیا، گلاب کی بہت ساری پتیاں اس کے دامن پر گر گئیں، تازہ پھول کی خوش بو نے مسحور کردیا۔ اس نے وہ مختصر نوٹ کئی بار پڑھا جو صرف ایک لائن اور موبائل نمبر پر مشتمل تھا۔ زوہیب نے اپنا سیل فون نمبر لکھنے کے ساتھ نوٹ میں اس سے صرف ایک بار بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بقول زوہیب کہ اگر اس نے فون نہیں کیا تو وہ ساری رات اس کے گھر کے باہر آ کھڑا رہے گا۔

"میں اتنی پاگل...... اپنی اہمیت پر ہی خوش ہوگئی، یہ جانے بنا کہ اس نے ایسے دس لفافے بنائے ہوئے تھے، جو وہ آئے دن لڑکیوں میں بانٹتا رہتا" سفینہ نے بیٹی کے بلانے پر اپنی داستان حیات یہیں روک دی۔ ثوبیہ رخشی کے پاس ہی لیٹی تھی۔ وہ جلدی سے اس کا ساگودانہ رخشی کو دے کر لوٹی تو سونو کو اپنی جگہ مجسمے کی طرح بیٹھا پایا۔

"اس کے بعد کیا ہوا بھابی؟" اس نے جلدی سے پوچھا۔

"بس میں وہ بے وقوف لڑکی جس کی قسمت خراب تھی۔ یہ سوچ کر اسے فون کر بیٹھی کہ پہلی اور آخری دفعہ بات کروں گی یہ پہلی اور آخری بار کی غلطی ہی تو زندگی کی سب سے بڑی غلطی بن جاتی ہے اس کی باتوں کے سنہرے جال میں ایسا لپٹی کہ نکلنا مشکل ہوگیا۔

مجھے نہیں پتا تھا کہ زوہیب کو گاڑی اور بڑے سے گھر نے متاثر کیا، اسے غلط فہمی ہوئی، میں نے بھی کبھی اسے یہ بتانے کی کوشش نہ کی میں جو ہمیشہ محبتوں کو ترسی ہوئی تھی ڈرتی تھی کہ یہ خوشیاں مجھ سے چھن نہ جائیں، اسی جھوٹ کی سزا تو پارہی ہوں اب تک خیر میں اس کی محبت کی عادی ہوگئی۔ زندگی میں رنگ سے بھر گئے۔ زوہیب کی باتوں نے مجھے جیسے ساتویں آسمان پر پہنچادیا۔ قدم زمین پر ٹکتے ہی نہیں' فضاؤں پر چلتی' خوشیوں کے رنگ میرے آس پاس منڈلانے لگے، اس کے سپنوں میں کھوئی رہتی، جہاں وہ میرا راج کمار اور میں اس کی رانی بنی اس کے دل پر حکومت کرتی، زوہیب نے آہستہ آہستہ مجھ پر یہ بات واضح کردی کہ اس کا تعلق سفید پوش گھرانے سے ہے۔ مجھے اس بات سے بھلا کیا فرق پڑتا۔ وہ مجھ پر شادی کے لیے زور دینے لگا، پر میرے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ بات منہ سے کیسے نکالوں...... ابھی تو میری کزن جو مجھ سے عمر میں بڑی تھی، وہ بھی پڑھائی لکھائی میں مصروف تھی، میں نے اسے انتظار کا کہا مگر اس کا منصوبہ تو کچھ اور ہی تھا۔"

سفینہ کی آنکھوں میں یادوں کے دیے جل اٹھے۔ سونو اس کی پریم کتھا حیرانی سے سننے لگی۔

"خیر ایک دن زوہیب نے مجھے بتایا کہ اماں اس کا رشتہ کراچی میں رہنے والی اپنی بہن کی بیٹی سے طے کررہی ہیں، جو نہ صرف بہت خوب صورت بلکہ امیر کبیر بھی ہے۔" سفینہ نے آنکھوں کو پونچھتے ہوئے سونیا کو بغور دیکھا۔

"کس سے، مجھ سے ان کا دماغ تو ٹھیک تھا؟" سونیا یہ سفید جھوٹ سن کر اچھل پڑی۔

"میں یہ بات سن کر مچل اٹھی، اس کی محبت کا نشہ ایسا چڑھا کہ اترنا مشکل تھا میں نے اس سے دو دن کا وقت مانگا اور پہلی بار اپنی امی سے میری گرما گرمی ہوئی۔ میں کمرا بند

کر کے بیٹھ گئی۔ زوہیب سے شادی کے لیے ہاں کے علاوہ میں کوئی دوسری بات سننے کو تیار ہی نہ تھی۔ سلمیٰ مامی نے مجھے بہت سمجھایا مگر عقل ہوتی تو یہ دن تھوڑی دیکھتی۔ راشد ماموں نے اپنے ذرائع سے زوہیب کے بارے میں پتا کروایا تو بہت مایوس ہوئے۔" سفینہ اٹھ کر ٹہلنے لگی۔

"اب بھی ان لمحوں کے بارے میں سوچتی ہوں تو گھبراہٹ ہوتی ہے اور شرمندگی الگ' تمہارے کزن نے مجھ پر ایسا کیا جادو کیا کہ میں اپنی سدھ بدھ کھو بیٹھی، ان ماموں کو ہی خودسری دکھانے لگی جن کے احسانات گننے کھڑی ہوجاؤں تو شاید ساری گنتی ختم ہوجائے، پر ان کی نیکیاں ختم نہ ہوں۔ خیر انہوں نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے مجھے بٹھا کر سب سمجھایا۔ زوہیب کے بارے میں وہ سب بتایا جو اس نے مجھ سے چھپایا۔ وہ گندے سے علاقے کے ایک چھوٹے سے گھر میں رہتا ہے۔ کئی لڑکیوں سے فلرٹ کر چکا ہے، کام دھام کچھ نہیں کرتا۔ اس کی ماں کا چھوٹا سا میرج بیورو ہے، ان سب کی کمائی کا یہ ہی ذریعہ ہے۔ تمہاری خالہ اپنی زبان کی وجہ سے پورے محلے میں بدنام ہیں، اکثر کلائنٹ کو بے وقوف بنانے کے لیے اپنے ہی ہینڈسم بیٹوں کو لڑکا بنا کر پیش کردیتی ہیں۔ کچھ شادیاں بھی کرائی ہیں۔ زوہیب نے انٹر سے آگے پڑھا نہیں ایک بھائی اور ہے، صہیب جو ماسٹرز کرنے کے باوجود روزگار ہے۔" یہ سب بتاتے ہوئے سفینہ کی آنکھوں سے آنسو فپک پڑے۔ سونو حیران و پریشان اپنی خالہ اور ان کے بیٹوں کے کارنامے سن رہی تھی۔

"آپ نے کیا اپنے ماموں کی باتوں پر یقین کیا؟" سونیا نے اس کے ٹھنڈے پڑتے ہاتھوں کو تھام کر پوچھا۔

"نہیں...... راشد ماموں کے یہ سب بتانے سے قبل ہی میرے پاس زوہیب کی کال آگئی تھی۔ اس نے بڑی ڈھٹائی سے کئی جھوٹ بول کر مجھے ورغلا دیا۔" سفینہ کا لہجہ ایک بار پھر کھویا سا گیا۔ یاد ماضی اس کے لیے تو واقعی عذاب بنی ہوئی تھی۔

"زوہیب بھائی نے کیا کہا؟" سونیا کو بے چینی ہوئی۔

"انہوں نے ماموں کے گھر پہنچنے سے قبل ہی مجھے فون کیا اور کہنے لگے کہ میرے راشد ماموں نے اسے آفر کی ہے کہ اگر وہ مجھے چھوڑ دے تو وہ اسے منہ مانگے پیسے دیں گے مگر اس نے منع کردیا کیوں کہ وہ صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔" سفینہ بے دردی سے ہنسی۔

"کیا بھابی! انہوں نے تھرڈ کلاس فلمی ڈائیلاگ بولا اور آپ نے ان کی باتوں پر یقین کرلیا؟" سونیا نے حیرت سے سفینہ کو گھورا۔

"بس جب آنکھوں پر محبت کی پٹی بندھی ہو تو محبوب کی غلط بات بھی صحیح لگنے لگتی ہے پھر تمہاری خالہ کے گھرانے کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کچھ اور کرنا جانتے ہو یا نہ جانتے ہو سامنے والے کو کنوینس کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں۔ خیر میں ان لوگوں کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر ماموں کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ یہیں تمہاری خالہ سے چوک ہوگئی۔ وہ سمجھی کہ میں اپنے ساتھ خوب دھن دولت لے کر ان کے گھر اتروں گی۔ ماموں نے اچانک کھڑی ہوجانے والی اس شادی میں بہت پھدیا۔ مناسب زیور اور سامان کے ساتھ مجھے ہمیشہ کے لیے وداع کردیا۔ امی نے بھی ایسے موقع پر خاموشی اختیار کرلی۔ شاید میں نے ان کو بھی بہت مایوس کیا تھا۔ میں سمجھتی تھی کہ انہیں میری پروا نہیں۔ پر امی نے میری رخصتی سے ایک دن قبل مجھے بتایا کہ میری بھلائی کے لیے انہوں نے ساری عمر ماموں اور مامی کے گھر سر جھکا کر گزارا کیا، اپنے آپ کو ایک کمرے تک محدود رکھا کہ کہیں بھابی یہ نہ سمجھیں کہ طلاق یافتہ نندان کی زندگی میں دخل دینے آگئی ہے۔ ان کے صبر کا یہ صلہ ملا کے راشد ماموں نے اپنے بڑے بیٹے سے میری شادی طے کردی۔ فراز کے ڈاکٹر بننے کے بعد نہ صرف اس رشتے کا اعلان کیا جانا تھا بلکہ ہماری رخصتی بھی ہوجاتی پر میں نے زوہیب کو بیچ میں لاکر اپنے ہاتھوں سے اپنے نصیب پھوڑ ڈالے...... ہائے سونو میں نے اپنی ذات پر کیسا ستم ڈھایا۔" سفینہ کی ہچکیاں

بند نہیں ہورہی تھی‘ اس کی بری حالت دیکھ کر سونیا بھی رونے لگی۔

"رخصتی کے بعد کیا ہوا؟" سونیا نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"تمہاری خالہ کا خاندان اگر صرف غریب ہوتا تو میں پھر بھی خاموشی سے گزارا کرلیتی پر یہ لوگ تو غلیظ نکلے، میں جب رخصت ہوکر ان کے گھر اتری تو سب کے منہ پھولے ہوئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ میرے ماموں مجھے جہیز میں گاڑی۔ بنگلہ دیں گے۔ بے تحاشا دیا جانے والا زیور کپڑا بھی ان کی نگاہوں میں نہ سمایا‘ خیر ابھی میں دروازے پر ہی پہنچی تھی کہ ایک خوب صورت لڑکی چیل کی طرح آکر مجھ پر جھپٹی اور دیوانوں کی طرح مجھے نوچنے لگی، اس کے بھائی نے شیروانی پہنے زوہیب کی جوتیوں سے تواضع شروع کردی۔ وہ تو صہیب اور محلے والوں نے بیچ بچاؤ کروایا۔ مجھے بعد میں پتا چلا کہ تمہاری خالہ جو میرج بیورو چلاتی ہیں۔ وہیں انہوں نے موٹی فیس لے کر اس لڑکی کا رشتہ زوہیب سے طے کردیا تھا۔ ان کا تو کام ہی یہی ہے۔ فیس وصول کرنے کے بعد وہ لڑکی میں ہی کوئی عیب نکال کر لڑکے والوں کی جانب سے انکار کہلوا دیتی۔ لڑکی والے اپنی عزت کے خاطر چپ ہوجاتے تو کوئی ان کے دفتر میں آکر شور شرابا کرنے لگتے۔ خیر اس لڑکی کو کہیں سے زوہیب کی شادی کی خبر ملی تو وہ گھر کا پتا ڈھونڈتی ہوئی یہاں پہنچ گئی پھر شادی کے پہلے دن سے میرا جو تماشہ بنا تو آج تک میں سرکس کا مسخرہ بنی ہوئی ہوں۔" سفینہ نے ٹھنڈی سانس بھر کر اپنے آنسو پونچھے۔

"آپ نے اپنے ماموں سے مدد کیوں نہیں لی؟" سونیا نے ان کا دکھ اپنے اندر اترتا محسوس کیا۔

"بس یہیں ان لوگوں کی نہ چلی بہت کوشش کی کہ میں ماموں کے در پر ہاتھ پھیلانے جاؤں پر میں نہ گئی۔ یہاں میں نے اپنے آپ سے بھی ضد باندھ لی۔ اس وجہ سے زوہیب نے مجھ پر ہاتھ بھی اٹھایا۔ پر اپنے کیے کی سزا خود کو دی پھر اماں کے انتقال کے بعد۔ ماموں کی پوری فیملی ہمیشہ کے لیے امریکا شفٹ ہوگئی۔ جانے سے پہلے وہ مجھ سے رسمی طور پر چیزوں سے لدے پھندے ملنے آئے۔ پر زوہیب اور اماں نے ان سے ایسی بے رخی برتی کہ وہ دس منٹ سے زیادہ نہ بیٹھے۔" سفینہ نے زخمی مسکان لبوں پر سجالی۔

"آپ ایسے حالات میں کیسے گزارا کررہی ہیں۔ طلاق لے لیتی۔" سونیا کو زوہیب بھائی سے نفرت محسوس ہوئی۔

"میں نہیں چاہتی تھی کہ زندگی کا ایسا بھیانک چہرہ دیکھنے کے لیے ایک اور سفینہ تیار ہوجائے۔ میں نے ثوبیہ کی خاطر اپنے آپ کو قربان کردیا۔ ساری خوشیاں اپنی بچی سے وابستہ کرلی۔ اپنے اوپر سمجھوتے کی ایک چادر تان لی۔ جس کے ایک ایک تار میں آنسو پرو دیے۔ پرائیوٹ گریجویشن کیا۔ اب ماسٹرز کی تیاری کررہی ہوں۔ امتحان دینے کے بعد کہیں جاب کے لیے اپلائی کروں گی۔ اسی لیے مجھے پڑھنے سے نہیں روکا گیا۔ میں تو کراچی آنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ امتحان نزدیک تھے۔ پر مجبوراً آنا پڑا۔" اتنی لمبی تمہید کے بعد سفینہ اب اس بات کی طرف آہی گئی۔ جس کی وجہ سے سونو کی زندگی بھی عذاب بن سکتی تھی۔ کافی دیر گزر چکی تھی اسے ڈر تھا کہ کہیں دردانہ واپس آگئی تو باتیں ادھوری نہ رہ جائیں۔ دروازے سے جھانکا۔ ثوبیہ بھی رخشی کے پاس کھانا کھا کر سوگئی تھی۔

"اچانک کیا ہوا؟" سونیا حیران ہوئی کہ اب بھی کوئی بات باقی رہ گئی ہے۔

"تمہاری خالہ پر کچھ لوگوں کا قرضہ چڑھا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے ہمارے گھر آکر خوب ہنگامہ مچایا۔ اماں نے ہاتھ پیر جوڑ کر چھ مہینے کا وقت مانگا اور گھر بند کرکے کراچی دوڑی چلی آئیں۔" سفینہ نے جلدی جلدی بتایا۔

"قرضہ...! کیسا قرضہ؟" سونیا ایک کے بعد ایک ہونے والے انکشافات سے تھرا اٹھی۔

"صہیب صاحب کو باہر جانے کا شوق چرایا تو کسی ایجنٹ کے ذریعے کام کروایا تھا انہوں نے ادھر ادھر سے کر کرا

کر اور بیٹے کے سعودی عرب جانے کے بعد منافع کے ساتھ پیسے کی واپسی کا لالچ دے کر چار لاکھ کا قرضہ لیا۔ باقی زوہیب نے مجھ سے زبردستی زیور کا ایک سیٹ لے کر بیچا۔ سارے پیسے جمع کر کے ایجنٹ کے دفتر میں دے آئے۔ وہ کہتے ہیں نا جو زیادہ سیانا بنتا ہے وہ ہی بڑی چوٹ کھاتا ہے بس ان لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہوا..... چور کو پڑ گئے موڑ ایجنٹ ان کے علاوہ بھی بہت سارے لوگوں کے پیسے لے کر بھاگ گیا۔" سفینہ نے سونیا کو گہری نگاہوں سے دیکھا اور بولی۔

"اوہ! مائی گاڈ! پھر کیا ہوا؟" سونیا کے دماغ کی چولیں ہل گئیں' بعض لوگ اپنے چہروں پر کئی تہیں چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں ایک تہہ اترتی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اصلی ہے جب کہ اس کے نیچے کئی تہیں چھپی رہ جاتی ہیں۔ اصل تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔ شاید چھل اور فریب میں مبتلا انسان اپنی صورت خود بھی بھول جاتا ہے۔

"جب ان لوگوں کو پتا چلا کہ صہیب کا جانا کینسل ہو گیا تو انہوں نے اپنے پیسوں کا تقاضا کرنا شروع کر دیا کبھی ایک آ کر باتیں سناتا تو کبھی دوسرا ان مشکل حالات میں بھی صہیب کے دماغ نے کام دکھایا۔ اس نے اماں کو یہ پٹی پڑھائی کہ امیر خالہ سے تعلقات استوار کریں تو وہ اپنی مردانہ وجاہت کے بل پر ان کی بھولی بھالی بیٹی کو پھنسا کر اسے اتنا مجبور کر دے گا کہ وہ خود اپنے گھر والوں سے صہیب کے ساتھ شادی کی ضد کرے گی۔" سفینہ نے ان ماں بیٹوں کا منصوبہ لفظ بہ لفظ سنا دیا۔ سونیا دل پر ہاتھ رکھ کر رہ جہاں کی تہاں رہ گئی۔

"ان کو مجھ سے شادی کر کے کیا فائدہ ہوتا۔"

"او بھالی گڑیا! امیر والدین کی اکلوتی اولاد تمہاری دولت سے یہ لوگ ہی تو فیض اٹھاتے۔ میرے معاملے میں دھوکا کھانے کے بعد اس بار پکا کام کرنا چاہتے تھے۔" سفینہ اذیت سے مسکرائی۔

"دیکھو گڑیا! بعد کے رونے سے پہلے کا رونا بہتر ہے میرا مقصد تمہارا دل دکھانا نہیں بلکہ تمہاری آنکھوں پر جمی محبت کی اس برف کو پگھلانا تھا' جس کی وجہ سے تم شاہ مراد کی اچھائیوں کو دیکھ نہیں پا رہی تھیں' وہ عقل مند ہے صہیب کی اصلیت پہچان گیا اسی لیے تمہیں اس سے بچانا چاہتا تھا اور تم اس کی اچھائیوں کو بھلائے لڑنے مرنے پر تیار رہتی' اب بھی وقت ہے مجھ سے ہی کچھ سبق سیکھو ایک دن کی اذیت زندگی بھر کے جھیلنے سے بہتر ہے۔" سفینہ نے اس کا ہاتھ تھام کر حوصلہ دیا، اس کے آنسو پونچھے جو شاید پچھتاوے کے تھے۔

"شکریہ بھابی! اگر آپ میری آنکھیں نہ کھولتیں تو میں مما اور شاہ کو غلط اور بڑی خالہ کو صحیح سمجھتی رہتی سو نائس آف یو۔" سونیا کو لگا کہ آج بہت سی گرہیں کھل گئیں اور اب اسے بہت سی چیزیں سمجھ میں آنے لگیں تھیں۔

"بس جانو ایک بات کا خیال رکھنا کہ تم وہ غلطی نہ دہرانا جو میں نے کی کیوں کہ کافی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جب ہم چیزوں کو بگاڑ دیتے ہیں تو دوش قسمت کو دینے لگتے ہیں میں نے بھی جذبات میں آ کر غلط فیصلہ کیا ورنہ ایک خوش گوار زندگی میری منتظر تھی۔ میں نے خود وہ کھڑکی اپنے ہاتھوں سے بند کر دی جہاں سے تازہ ہوا کا جھونکا میری روح کو سرشار کر سکتا تھا اب تو بس دم ہی گھٹتا رہتا ہے۔" سفینہ کی آنکھوں میں پچھتاوے کے موتی چمکے اور سونیا نے اثبات میں سر ہلایا۔

......☆☆☆......

ظفر میاں مہربانی ہوگی ایک کام کیجیے گا ہم سب کی پرسوں کی واپسی کی بکنگ کروا دیں۔" دردانہ نے کچھ سوچ کر ظفر اقبال کو چائے پیش کی اور افسردگی سے کہا۔

"ارے آپا! خیریت تو ہے؟" وہ جو کچھ لکھنے میں مصروف تھے ان کی فرمائش پر چونک اٹھے۔

بس بھیا! لگتا ہے کہ اب یہاں سے اپنا دانہ پانی اٹھ گیا، پہلے تو بہن کو ہی ہمارا یہاں رہنا پسند نہ تھا اب بھانجی بھی کھنچی کھنچی سی رہنے لگی ہے۔" ساری عمر انہوں نے زبان کی ہی روٹی کھائی تھی اور اب بھی میٹھے لہجے میں زہر اگلا۔

"نہیں بھئی ابھی تو آپ بالکل نہیں جاسکتی سونیا کے کون سے آٹھ دس بھائی ہیں ایک ذوہیب اور صہیب ہی تو ہیں اتنی بڑی تقریب سر پر کھڑی ہے ان دونوں کو ہی تو میرے سارے معاملات دیکھنے ہیں۔" انہوں چمکتا ہوا کارڈ دردانہ کی طرف بڑھا کر ماں سے کہا اور کمرے میں موجود باقی نفوس بھی ان دونوں کی گفتگو سننے لگے۔

"میں کچھ بھی نہیں کیا کہہ رہے ہیں! کون سی تقریب؟" ان کو اچنبھا ہوا شک تو انہیں ہو ہی رہا تھا کہ اندرون خانہ کچھ چل رہا ہے۔ حمیرا ابھی دو ایک بار آئی تھی۔ رخشی اور سونو بھی ڈرائیور کے ساتھ کہیں گئی مگر سب نے ان کا جیسے بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ کوئی سن گن ہی نہیں مل پارہی تھی تو انہوں نے یہ چال چلی مگر یہاں بھی مات کھانی پڑی۔

"لگتا ہے رخشی نے بتایا نہیں کہہ رہی تھی کہ کارڈ چھپ جائیں تو سرپرائز دے گی آپا سے زیادہ سونیا کی شادی پر کون خوش ہوگا؟" وہ مسکراتے ہوئے بولے اور کارڈ صہیب کے ہاتھ سے گر گیا جو اس نے ماں سے پڑھنے کے لیے لیا تھا۔

"نہیں بھائی! کاہے کی آپا ہم کو غیر سمجھا گیا کارڈ چھپوانے کے بعد بتایا گیا۔" دردانہ کا تو غصے سے برا حال ہوگیا رخشی کو گھورتے ہوئے چبا چبا کر بولیں۔ وہ تو بہنوئی سے تھوڑا ڈرتی تھی ورنہ ایک ہنگامہ مچا ڈالتی۔

"چلیں چھوڑیں نا آپا! دل میلا نہ کریں کچھ غلط فہمی ہوگئی شاید ورنہ رخشی نے تو خود مجھے کہا تھا کہ وہ آپ کو سرپرائز دینا چاہ رہی ہے۔" ظفر اقبال کا موبائل بج اٹھا تو وہ دردانہ کے کاندھے پر پیار سے دلاسہ دیتے ہوئے باہر نکل گئے۔ ویسے بھی ان کو ان کے کاروباری مسائل اتنا مصروف رکھتے وہ خواتین کے مسائل میں کم ہی الجھتے۔

"چلو اٹھو سب سامان باندھو اب یہاں رہ کر کیا شادی کے ڈھول بجاؤ گے؟" ظفر اقبال کے باہر نکلتے ہی وہ اپنی جون میں واپس آگئی، ان کی پاٹ دار آواز پورے ہال میں گونج اٹھی۔ اتنے سال گزرنے کے بعد بھی رخشی کا دل لرزا۔ اس پر اب بھی اپنی بہن کا رعب تھا۔ پر ایک جانور بھی اپنی اولاد کے لیے طاقت ور سے بھڑ جاتا ہے۔ وہ تو پھر اشرف المخلوقات میں سے تھی۔ کیسے سونیا کو اپنی بہن کی لالچ کی بھینٹ چڑھنے دیتی۔

جب سونیا نے روتے ہوئے اس سے معافی مانگی اور سفینہ نے آپا کی عیاری کا پردہ چاک کیا تو وہ ہل کر رہ گئی۔ یقین نہ کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ اور اس کی ماں۔ اس سوراخ سے ایک بار نہیں کئی بار ڈسے جاچکے تھے۔

"آپا! اب اور نہیں۔" رخشی نے آنسو پونچھے اور طبیعت کی خرابی کی پروا کیے بغیر اسی وقت شاہ مراد کو بلا کر صہیب کے حوالے سے کچھ باتیں بتائی۔ ہر بات بتانا مناسب نہ ٹھہرا۔ داماد بننے جارہا تھا۔ وہ راستے کھلے رکھنا چاہتی تھیں۔ اسی لیے بہن کا پردہ رکھا۔ اس کے حامی بھرنے کے بعد میاں جی کو لے کر خاموشی سے حمیرا کے یہاں پہنچ گئی۔ گلے شکوے دور ہوئے تو دونوں کی ڈائریکٹ شادی کی بات طے پاگئی۔ دردانہ کو کرید تو بہت ہوئی مگر اس نے ہنس کر ٹال دیا۔ سفینہ کو بھی صہیب اور سونیا کی پہرہ داری پر لگا دیا کہ معاملات مزید خرابی کی طرف نہ جائیں۔

سفینہ اور ذوہیب کے سمجھانے پر دردانہ بڑی مشکلوں سے شادی میں شرکت پر راضی ہوئی اور صہیب نے بھی قسمت کا لکھا سمجھ کر ہار مان لی۔

دردانہ بڑی حیل وحجت کے بعد مان ہی گئیں تو رخشی اور سونیا نے چین کا سانس لیا۔ رشتے توڑنا کچھ مشکل نہیں مگر ساری مشکلات تو انہیں جوڑے رکھنے میں ہی پیش آتی ہیں۔ رخشی نے بھی ہمیشہ اپنی آپا کو ان کی برائیوں سمیت اپنایا تھا اور آج کیسے چھوڑ دیتی۔

......☆☆☆......

"بھابی...... او میری بھابی! تم جیو ہزاروں سال۔" شاہ مراد نے ماموں کا گیٹ کراس کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے سفینہ کو مکھن پالش کی، جو بیل کی آواز پر گیٹ کھولنے آئی تھی۔

"اے نوشے میاں آج آپ کا یہاں کیا کام؟ سب گھر والے مہندی کی رسم ادا کرنے آپ کے گھر گئے ہوئے ہیں یہ نہ ہو کہ دلہا کی گمشدگی پر مسجد میں اعلان ہو جائے۔" سفینہ نے جلدی سے دونوں ہاتھ پھیلا کر شرارت سے اس کا راستہ روکا۔

"اتنی کچی گولیاں ہم نے بھی نہیں کھیلیں۔ ایک دوست کو اسٹینڈ بائے کیا ہوا ہے۔ جیسے ہی رسم شروع کرنے کی تیاری ہو وہ فوراً کال کردے گا اور ہم دوڑتے بھاگتے پہنچ جائیں گے۔ فی الحال تو آپ دربان بننے کی جگہ مہربان ہو جائیں۔ صرف اس کا ایک دیدار کرا دیں۔ قسم سے شادی کے دن تک کے لیے افاقہ ہو جائے گا۔ پھر ایسا موقع کب ملے گا؟" شاہ نے سفینہ کے ہاتھ پاؤں جوڑنا شروع کردیے۔

"لڑکے! کیوں مجھے سب سے جوتے پڑواؤ گے چلو جلدی سے رفو چکر ہو جاؤ۔" سفینہ کو شاہ مراد کو ستانے میں مزہ آرہا تھا دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"لڑکی! محبت کرنے والوں کی بددعاؤں سے ڈرو دعائیں سمیٹ لو زندگی سنور جائے گی۔" شاہ مراد نے آنکھ بند کر کے سفینہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"اچھا شاہ بابا! صرف پانچ منٹ اس سے زیادہ دیر ہوئی تو میں سونیا کے کمرے میں آکر تمہیں باہر نکال دوں گی۔" سفینہ نے راستہ چھوڑا اور انگلی اٹھا کر اسے وارننگ دی تو وہ مسکراتا ہوا سونیا کے کمرے کی طرف دوڑ گیا۔

"بھابی! کون آیا ہے دروازے پر؟ قسم سے اس مہندی نے تو مجھے محتاج کردیا ہے۔ پلیز ذرا بالوں میں کیچر تو لگا دیں۔" شاہ مراد اندر داخل ہوا تو اس کی طرف سونیا کی پیٹھ تھی۔

اس نے سفینہ سمجھ کر بے تکلفی سے فرمائش کی وہ ہاتھوں پر لگی مہندی کو تکیے کے آگے پھیلائے سکھانے کی کوششوں میں ہلکان ہوئی جا رہی تھی۔ شاہ مراد نے مسکراتے ہوئے اس کے خوش بودار بالوں کو سمیٹا اور الٹے سیدھے طریقے سے کیچر لگانے لگا۔ سونیا کو کچھ عجیب احساس ہوا۔ مہک یہ

باتیں یاد رکھنے کی

راتوں کو اکثر اٹھ کر بیٹھ جانا اور سوچتے رہنا ایسا کیوں ہوا ہے' وہیں پر اپنی خامیاں تلاش کریں۔ کہیں کوئی آپ کی اپنی غلطی تو نہیں ہے۔

پھولوں کے ساتھ کانٹے بھی ضرور ہوتے ہیں جو ہاتھوں کو زخمی کردیتے ہیں' سارے پھول اچھے ضرور ہوتے ہیں مگر ساروں کے ساتھ کانٹے نہیں ہوتے۔

انسان کو اتنا بے حس نہیں ہونا چاہیے کہ کوئی آپ کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہو تو اسے جھٹک دو ایسا نہ ہو جب آپ اس کی طرف ہاتھ بڑھاؤ تو اس وقت بہت دیر ہو جائے۔

انسان جب مایوس ہو جاتا ہے ہر طرف سے تو اسے آخر میں رب یاد آجاتا ہے' پہلے رب کو بھولا ہوا ہوتا ہے آخر ہم انسان اپنے حقیقی مالک کو کیوں بھول جاتے ہیں۔ یاد اس وقت کرتے ہیں جب ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں بچتا سوائے خدا کے حضور جھکنے سے۔

ضروری نہیں ہوتا کہ جس انسان سے محبت ہو وہ مل جائے محبت قربانی مانگتی ہے۔

رات کو سونے سے پہلے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لیا کرو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ تمہیں موت آجائے کیونکہ موت کسی کا انتظار نہیں کرتی (معافی مانگنے کا)

ایمان زہرا شہزادی...... چکوال

تو وہ ہی پیاری سی مہک تھی اور چونک کر مڑی۔

"شاہ! تم یہاں کیسے؟" حیرت سے اس کی آنکھیں کھل گئیں، سبز اور زرد چٹا پٹی کے شرارے اور زرد دوپٹے میں نیند سے بھری گلابی آنکھیں چہرے پر ابٹن کا سنہرہ پن...... شاہ مراد کی محبت لٹاتی نگاہوں سے اس کا نگاہیں ملانا دشوار ہو گیا۔

"آہ! کیا دیکھوں...... اور کیا نہ دیکھوں؟ سونو تم پہلے سے اتنی خوب صورت تھی یا میرے نام کی مہندی اپنے ہاتھوں پر لگانے کے بعد ہوگئی ہو؟" شاہ نے دل پر ہاتھ رکھ

کر بے ہوشی کی ایکٹنگ کی تو سونیا شرما کر رہ گئی۔

"اُفوہ! یہ بتاؤ یہاں کیوں آئے ہو جلدی سے نکلو یہاں سے کسی نے دیکھ لیا تو بدنامی ہوگی۔" سونیا نے زبردستی لہجے میں سختی پیدا کی۔

"بات سنو...... مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے مزید رکنے کا بس وہ چیز مجھے دے دو جس کی وجہ سے مجھے اتنا لمبا سفر طے کرکے یہاں آنا پڑا۔" شاہ مراد نے مسخری کی انتہا کردی۔ ایک آنکھ دبا کر بولا تو سونیا جل گئی۔

"کون سی چیز؟ میرے پاس تمہاری کوئی چیز نہیں۔" حسب عادت وہ چڑ کر بولی۔

"یار! وہ ڈونٹ ڈسٹرب والا کارڈ لینے آیا ہوں۔" شاہ مراد نے سنجیدگی سے کہا۔

"وہ کارڈ میری الماری میں پڑا ہوگا پر اس وقت تمہیں اس سے کیا کام ہے؟" سونیا نے منہ بنا کر پوچھا۔

"سنو جان! اسے پہلی فرصت میں جلاؤں گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ شادی کے بعد کسی بات پر آپ کا موڈ آف ہوجائے اور ہمارے کمرے کے دروازے پر وہ ظالم آویزاں کردیا جائے قسم سے میں تو مرہی جاؤں گا...... تم نے پہلے ہی اتنا تڑپایا ہے اب مزید دوری کی ہمت نہیں۔" شاہ مراد کا لہجہ محبت سے چور چور ہونے لگا، آنکھوں سے پیار کی روشنی نکل کر سونیا کے روم روم میں سمانے لگی۔ اس کا دل محبت کی تال پر ناچ اٹھا' پلکیں لرزنے لگیں' ہاتھ کپکپا اٹھے اس سے پہلے کے شاہ مراد ان ہاتھوں کو تھام لیتا اور گیلی مہندی کا ڈیزائن خراب ہوجاتا سفینہ نے ولن والی انٹری دی اور شاہ کے ہائے ہائے کرنے کے باوجود اسے کانوں سے پکڑ کر باہر کا راستہ دکھایا۔ پیچھے سے سونیا کی چوڑیوں سی کھنکتی ہنسی سے اس کا دل جھوم اٹھا۔

......☆☆☆......

"سفینہ! یہ لو اس لفافے میں دو لاکھ روپے ہیں، میرے اکاؤنٹ میں ابھی اتنے ہی تھے۔ امید ہے کہ تم لوگوں کی جان کچھ دنوں کے لیے، قرضہ مانگنے والوں سے چھوٹ جائے گی، باقی کا انتظام بعد میں کر کے بھیجتی ہوں۔" ان لوگوں کی واپسی سے قبل رخشی نے اشارے سے سفینہ کو کمرے میں بلا کر ایک لفافہ اس کی مٹھی میں دبادیا۔

"نہیں...... نہیں...... خالہ میں یہ کیسے لے سکتی ہوں؟" اس نے گھبرا کر لفافہ واپس کردیا۔

"بس رکھ لو میں نہیں چاہتی کہ تم مزید لوگوں کی باتیں سنو۔" رخشی نے آنسو پونچھے' کچھ بھی تھا دردانہ اس کی بہن تھی سوتیلی ہی سہی پر ان کا باپ تو ایک ہی تھا ایسا آدمی جس کی شرافت کی قسمیں زمانہ کھاتا تھا' آج دردانہ کی ضد اور کم فہمی نے اسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔

"میں...... اماں سے کیا کہوں گی؟" وہ متذبذب ہوئی۔

"کچھ بھی کہہ دینا۔ کہنا تم نے اپنے امریکا والے ماموں سے قرضہ چکانے کے لیے منگوائے ہیں' ویسے بھی جب پیسے ان کے ہاتھ میں آئیں گے تو وہ ان لوگوں سے اپنی جان چھڑانے کی فکر میں ہلکان ہوجائیں گی تاکہ سوال وجواب میں الجھیں گی۔" رخشی بھی ان لوگوں کی نفسیات اچھی طرح سے سمجھتیں تھیں' مسکرا کر بولی تو سفینہ نے وہ لفافہ مٹھی میں دبالیا۔

"جب محبت کا دیا انسان کے اندر جلتا ہے تو اس کا عکس نور بن کر چہروں پر چھایا ہوتا ہے، رخشی خالہ جیسے پرخلوص لوگوں کی وجہ سے ہی اس دنیا کا کاروبار چل رہا ہے ورنہ برے لوگوں نے تو اسے کب کا تباہ کردیا ہوتا۔" رخشی کو چپ چاپ کمرے سے جاتا دیکھ کر سفینہ سوچنے لگی اداس مسکراہٹ اس کے لبوں کو چھوگئی۔

ختم شد